طبع اول

قیمت دو روپے آٹھ آنے

طابع : سویرا آرٹ پریس لاہور

ناشر :- ایم ثناء اللہ خاں - بک سیلر پبلشر

۲۶ - ریلوے روڈ لاہور

نمبر شمار	باب	صفحہ
۹	کارنامے	۱۸۶
۱۰	ایثار اور قربانیاں	۲۰۲
۱۱	خواتین عالم اسلام پر مجموعی تبصرہ	۲۰۵

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم! آج جب کہ زمانہ بدل چکا ہے۔ دنیا کی
ساط الٹ چکی ہے۔ کارگاہِ عالم میں ایک عظیم الشان انقلاب واقع ہو چکا ہے
نمود ہے، تو لادینی کا چرچا ہے تو بے دینی کا، مذہب ایک شے لایعنی، دین ایک
لفظ بے معنی، مغرب ہے، مغرب پرستی ہے۔ مادیت ہے مادہ پرستی ہے
جب یہ عالم ہے اور یہ حال ہے بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ اس زہریلے ماحول
عورت کے نرم و نازک اور لطیف دل پر اثر نہ پڑتا، اثر پڑا اور خوب
ا اور ایسا پڑا کہ اب گھر، نمونہ بہشت اور مثال جنت نہیں بلکہ آتش دوزخ
کے گوشے بن چکے ہیں اور خانگی زندگی اس حد تک تلخ ہو چکی ہے کہ شرفا اور نیک
ل انسانوں کا طبقہ چیخ اٹھا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس نازک موقعہ پر
عورتوں کی رہنمائی کی جائے اور ان کے لئے پاکیزگی، حیا، عفت، عمدہ اخلاق

اور صحیح علم و عمل، تقویٰ، زہد، پارسائی اور پاکبازی کے اعلیٰ نمونے پیش کئے جائیں۔ جس سے ان کا سینہ نورِ باطن قبول کرے اور پھر ان کے قبول نور سے سارا گھر بقعۂ نور بن جائے کہ عورت ہی وہ طبقہ ہے جو اگر چاہے معاشرت اور ماحول میں ایک عظیم الشان تغیر اور انقلاب برپا کر سکتی ہے اس موقع پر اپنے محترم دوست اور قدیمی کرم فرما مولوی محمد ثناء اللہ خاں کی فرمائش پر یہ ناچیز اوراق پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔ جو دراصل میرے ان مضامین کا ایک حصہ ہیں جو گذشتہ چند سال تک شائع ہوتے رہے ہیں۔ دوسرا حصہ عنقریب اسلام اور عورت کے عنوان سے شائع ہونے والا ہے۔ بقیہ حصے بتوفیق الٰہی جلد یا بدیر شائع ہونگے۔ انشاء اللہ العزیز زیر نظر اوراق میں بہت کچھ اضافہ اور ترمیم کر کے انہیں ایک مستقل کتاب کی صورت میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس میں، باکمال خواتین قبل از اسلام سے لے کر حضرات ازواج مطہرات رض، بنات طاہرات، باکمال صحابیات اولیاء اللہ خواتین رح، عہدِ نبوی کا طرزِ معاشرت، عہد اسلام کی شاہزادیاں کارہائے زندگی، یعنی، مذہبی کارنامے، علمی کارنامے، تبلیغی و سیاسی کارنامے، جنگی و اخلاقی کارنامے، اور آخر میں ہند، امریکہ ترکی کی خواتین پر عربی رسائل سے مضامین ترجمہ کر کے اضافہ کر دیا گیا ہے تاکہ ہماری مسلمان بہنوں کے سامنے، قدیم و جدید خواتین کا ایک صالح نمونہ سامنے آجائے اور اس کی روشنی میں وہ اپنی عظمت رفتہ کو تلاش اور اپنی منزل کو متعین کر سکیں۔

عبارت حتی الامکان سادہ اور دلنشین رکھنے کی کوشش کی گئی ہے اور ٹھوس علمی و تحقیقی نقطۂ نگاہ سے زیادہ سادہ تبلیغی زاویۂ نظر پیش رکھا گیا ہے۔

میں نے مضامین کی درستی اور تصحیح و ترتیب میں پوری کوشش کر لی ہے پھر بھی، گمان نہیں یقین ہے کہ بہت سی غلطیاں رہ گئی ہونگی۔ لہذا ناظرین و ناظرات سے گذارش ہے کہ غلطیوں سے مشفقانہ انداز سے باخبر کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں درستی کر دی جائے۔ ہر قسم کا نیک مشورہ قابلِ قبول اور باعثِ شکر گذاری ہوگا۔ اور امید ہے کہ یہ سعی ناتمام قبول ہوگی۔

آج میں پندرہ سال سے تحریری و تبلیغی کوششوں میں منہمک ہوں جس کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں کہ مجھ جیسے حقیر بندے سے میرا عظیم الشان مولیٰ راضی ہو جائے۔ یہ ناچیز کوشش بھی اس کی ایک کڑی ہے۔ بارالٰہا! اسے قبول فرما اور آخرت کی نجات کا اپنے فضل و لطف سے وسیلہ بنا آمین ثم آمین۔ وصلی اللہ علیٰ محمد وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم۔

طالبِ رحمت

محمد عبد القیوم ندوی

۸

خواتین قبل از اسلام

حضرت سارہؑ

آپ کلدانی قوم کی چشم و چراغ تھیں نہایت ہی نیک اور شریف تھیں بچپن ہی سے آپ کے چہرے پر عظمت و عفت کے آثار نمایاں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حسنِ سیرت کے ساتھ ہی ساتھ حسن صورت کی نعمت سے بھی نوازا تھا۔ جب آپ بڑی ہوئیں اور سن بلوغ کو پہنچیں تو آپ کی شادی آپ کے ماں باپ نے حضرتِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کر دی۔ اس وقت سے آپ برابر اپنے شوہر کے ساتھ رہیں اور ہر تکلیف و راحت خوشی و غمی میں نہایت صبر و استقلال کے ساتھ شریکِ عمل رہیں حضرت ابراہیمؑ قوم و ملک کی ایذا اٹھاتے اٹھاتے جب بالکل عاجز و پریشان ہو گئے تو بحکم الٰہی ارضِ کنعان اور وہاں سے مصر کی طرف ہجرت فرمائی یہ بہت ہی نازک اور خطرناک وقت تھا۔ مگر اس وقت حضرت سارہ آپ کے ساتھ ساتھ تھیں۔ آپ نے ہجرت کر کے کنعان کے اس مقام پر اقامت فرمائی جہاں آجکل بیت المقدس ہے۔ آپ کو ابھی

ٹھہرے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ وہاں سخت قحط پڑا اور آپ کو مجبوراً وہاں سے بھی کوچ کرنا پڑا وہاں سے آپ مصر کی طرف مع اپنی بیوی کے راہی ہوگئے۔ اس وقت جو بادشاہ سریر آرائے سلطنت تھا وہ بہت ہی ظالم اور بے رحم تھا۔ ساتھ ہی ساتھ انتہا سے زائد عیاش اور شہوت پرست بھی جس کی بہو بیٹی کو حسین دیکھتا یا سنتا فوراً پکڑ بلاتا حضرت سارہؓ قدرتاً نہائیت ہی حسین و جمیل تھیں۔ اور آپ کے اس حُسن و جمال کا شہرہ دُور دُور تھا اس لئے حضرت ابراہیمؑ نے مصر پہنچ کر ایسی جگہ سکونت اختیار کی جہاں انہیں کوئی نہ دیکھ سکے مگر فرعون کے ہلکارے وہاں بھی پہنچ گئے۔ اور حکم فرعون کے بموجب ان سب کو گرفتار کر کے دربار میں لا حاضر کیا۔ فرعون نے ان دونوں سے انکے آنے کا سبب دریافت کیا۔ اور بالآخر آپ کی ان شہرہ آفاق حسین و جمیل بیوی کو اپنے حرم سرا میں داخل کر لیا۔

فرعون نے ان پر تین مرتبہ بدنیتی سے حملہ کرنا چاہا مگر جتنی بار اس نے اس کی کوشش کی بحکم الٰہی اس کے ہاتھ پاؤں سُن ہوگئے۔ یہ اس قدر غیر معمولی واقعہ تھا کہ فرعون جیسے سنگدل اور جفا شعار کے دل پر بھی اپنا کام کئے بغیر نہ رہ سکا۔ چنانچہ وہ فوراً اپنے ناپاک ارادے سے باز آگیا۔ اور حضرت سارہؓ کی اس کرامت کا معتقد ہوگیا اس نے نہ

صرف یہ کیا کہ ان کو باحترام ان کی جائے اقامت پر حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں پہنچا دیا بلکہ اپنے یہاں سے ایک بہت خوبصورت لونڈی بھی ان کے ساتھ روانہ کردی۔ حضرت سارہؓ اپنے آخر دم تک حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ رہیں اور بالکل آخری عمر میں قدرت خداوندی سے ایک فرزند بھی پیدا ہوا جس کو بعد میں دنیا نے اسحٰق نبی اللہ کہہ کر پکارا اور انہی کی نسل سے بنو اسرائیل پیدا ہوئے۔

(جامع التواریخ)

حضرت ہاجرہؓ

ہاجرہؓ عبرانی لفظ ہاجار سے مشتق ہے مگر عربی میں آکر اور کثرت استعمال کی وجہ سے ہاجرہ بن گیا آپ نہایت پاکباز اور عقلمند تھیں خوبصورت اور خوب سیرت بھی۔ آپ فرعون کے یہاں پیدا ہوئیں اور اسی کے یہاں لونڈی کی حیثیت سے اپنا عہدِ طفولیت بھی گزارا۔ مگر قدرت نے جو عزت و مرتبہ بخشا تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ فرعون نے حضرت سارہؓ کے ساتھ آپ کو بھی کردیا۔ اس وقت سے آپ برابر حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ ساتھ اور زندگی کے ہر پہلو میں شریک عمل رہیں ایک عرصہ یونہی رہتے گزر گیا مگر وہ اپنی پہلی بیوی حضرت سارہؓ

کی عدم اجازت کی وجہ سے ان سے شادی نہ کر سکے ۔ حضرت سارہؓ کے اب تک کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی اور کبر سنی کی وجہ سے کوئی توقع بھی نہیں رہ گئی تھی اس لیے انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو بخوشی اجازت دیدی کہ حضرت ہاجرہؓ سے عقد کر لیں ۔ چنانچہ آپ نے اپنی مستقل قیامگاہ مقام جبرون میں ہاجرہؓ سے شادی کر لی ۔ چند ہی ماہ کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام آپ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے اور ساتھ ہی بذریعہ وحی یہ بشارت بھی ملی کہ اس مقدس ترین بچے کی بارہ اولادیں پیدا ہونگی جو عظمت و مرتبہ و تعداد کے اعتبار سے ایک بڑی جماعت کے سردار ہوں گے ۔ انہی کی اولاد سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو خاتم النبیین اور امام المرسلین کہلائے گا وہ ایسی شریعت کو لے کر آئے گا جو سب سے آخری اور سب سے مکمل شریعت ہوگی ۔ یہ دیکھ کر بی بی سارہؓ کو باقتضائے بشریت کچھ رشک پیدا ہوا ۔ انہوں نے فوراً اپنے شوہر سے اس بات کا مطالبہ کیا کہ وہ ہاجرہؓ اور ان کے بیٹے کو لے جا کر کہیں ڈال آئیں ۔ اوّل تو حضرت ابراہیمؑ کو کچھ پس و پیش ہوا مگر وحی الٰہی نے جب حضرت سارہؓ کے قول کی تائید کی ۔ تو آپ اس کے لئے فوراً تیار ہو گئے ۔ خیال کیجئے کہ ابھی شادی کئے ہوئے ایک عرصہ بھی نہیں گزرا ہے کتنی آرزوں اور امیدوں

کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوتا ہے مگر اس کے لئے کیا حکم ہوتا ہے الغرض آپ فوراً حکم ربانی کی تعمیل کے خاطر ان دونوں ماں بیٹوں کو بے آب وگیاہ عرب کے چٹیل میدان میں ڈال آتے ہیں جہاں نہ کوئی آبادی ہے اور نہ کوئی انسان نہ کوئی ہمدرد ہے اور نہ کوئی غمخوار بس محض اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اسی کا سہارا نعم المولیٰ ونعم النصیر۔

حضرت ابراہیمؑ جب ان کو اس بھیانک اور خطرناک مقام پر تنہا چھوڑ واپس جانے لگے تو حضرت ہاجرہؓ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا:۔

مَنْ اَمَرَکَ اَنْ تَتْرُکَنَا بِاَرْضٍ لَیْسَ فِیْھَا زَرْعٌ وَّلَا مَآءٌ — آپ کو کس نے حکم دیا کہ ہم کو اس بے آب وگیاہ مقام میں ڈال جائیں؟

آپ نے ارشاد فرمایا:۔

رَبِّیْ اَمَرَنِیْ — میرے پالنہار نے حکم دیا ہے

یہ سن کر آپ مطمئن ہوگئیں اور نہایت توکلانہ انداز میں فرمانے لگیں:۔

فَاِنَّہٗ لَنْ یُّضِیْعَنَا بَلْ یَحْفَظُنَا۔ — وہ ہم کو ضائع نہ کرے گا بلکہ ہماری حفاظت کرے گا۔

اللہ اللہ یہ پُرخطر سماں یہ دہشت انگیز اور پُرخطر جگہ اس پر یہ توکلانہ انداز اور یہ عزیمانہ بھروسہ . . . . !

الغرض حضرت ابراہیمؑ اللہ تعالےٰ کے سپرد کر کے واپس تشریف

لے جاتے ہیں ۔ اس وقت حضرت ہاجرہؑ پر جو گذری ہوگی اس کو انہیں
کا دل جانتا ہوگا ۔ باپ جا چکے ہیں زاد راہ ختم ہو چکا یکایک حضرت
اسماعیلؑ کو شدت کی پیاس محسوس ہوتی ہے ننھے ننھے پیر زمین پر
پھینکنے لگتے ہیں ہاجرہؑ یہ دیکھ کر بے قرار ہو جاتی ہیں اور قریب کی
دو پہاڑیوں پر جا جا کر پانی کی تلاش کرنے لگتی ہیں پئے در پئے سات
چکر لگائے، ساتویں بار دیکھا کہ وہ گوہر مقصود جس کی تلاش میں سرگرداں تھیں حضرت اسماعیلؑ کے پاؤں کے نیچے موجود ہے یعنی ایک چشمہ
رواں ہے ۔ اللہ تعالی نے اپنے دوست کے خاندان کے ساتھ بھلائی
چاہی اور اس شدید مصیبت میں بھی خدا کو نہ بھولنے والی خاتون کی اور اس
کے بچے کی غیبی تائید فرمائی اور ہر اس چیز کو حاضر کر دیا جس کی ان کو ضرورت
تھی ۔ چنانچہ قبیلہ جرہم آباد کر دیا اور بڑے آرام سے زندگی گزرنے لگی
اور اس نے انکی ازمدنیکی کیوجہ سے یہاں بھی نوازا اور وہاں بھی، فضل اللہ
علی ابائہم وعلی آل ابراہیم ۔

حضرت آسیہؑ

وہ خاتون جسکی مدح و ثنا میں خدا، خدا کا رسول، عرش تا فرش

* آجکل حج کرنے والے ... سات چکر لگاتے ہیں ۔ یعنی حج میں
ان پہاڑیوں کا نام صفا اور مروہ ہے ۔

فرش تا عرش، رطب اللسان ہے وہ آسیہ زوجہ فرعون ہے۔

آپ قوم بنو اسرائیل سے تھیں، نہایت حسین و جمیل تھیں۔ فرعون نے آپ کی نیکی اور حسن و جمال سے متاثر ہو کر آپ سے شادی کرلی تھی۔

ایک روز آپ فرعون کے ساتھ تخت پر بیٹھی تھیں کہ ایک صندوق دریا میں تیرتا نظر آیا اسے نکلوایا، فرعون نے بہت کھولا مگر نہ کھلا تب آپ نے خدا کا دلنشیں نام لے کر کھولا فوراً کھل گیا، اور کھلتے ہی حضرت موسیٰ کے نور سے سارا کمرہ بقعۂ نور بن گیا۔

فرعون نے گمان کیا یہی لڑکا معلوم ہوتا ہے جس کا میں خواب دیکھ چکا ہوں اور جو میری حکومت کی بربادی کا سبب بنے گا، آپ نے فوراً اس کو ان مبارک الفاظ میں بدخیالی سے روکا خود قرآن عزیز نے اعلان کیا:

وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّي وَلَكَ لَا تَقْتُلُوهُ عَسَىٰ أَن يَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ط

اور فرعون کی عورت (آسیہ) نے کہا یہ میری اور تیری آنکھ کی ٹھنڈک ہے اس کو قتل نہ کرنا ممکن ہے وہ ہم کو نفع دے یا ہم اسکو لڑکا بنائیں۔ اور وہ نہ سمجھتے تھے۔

غرضیکہ آپ نے حضرت موسےٰ کی جان بچائی، جس سے جسقدر حضرت موسےٰ سے خیر و برکت کا صدور و ظہور ہوا، اسکے ثواب میں آپ بھی شریک ہو گئیں

ان ثوابوں اور اجروں کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

پھر جب حضرت موسیٰ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو آپ پہلے ایمان لانیوالی تھیں۔ فرعون کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے سخت تکلیفیں دیں مگر آپ نے کفر گوارہ نہ کیا آخر تیل کھولا کر آپ کو زندہ ڈالدیا آپ تلی گئیں مگر ایمان سے نہ پھرنا تھا نہ پھریں۔ حق تعالیٰ نے اس کے عوض وہ درجہ عطا فرمایا جس کا تصور ناممکن ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا۔

كَفَاكَ مِنْ نِسَاءِ الْعٰلَمِيْنَ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَّاٰسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ

تم کو تقلید کیلئے چار عورتیں تمام عالم کی عورتوں میں کافی ہیں مریم، خدیجہ فاطمہ بنت محمدؐ اور آسیہ زوجہ فرعون۔ (ترمذی شریف جلد۲)

حضرت مریم بنت عمران

صحیح بخاری و مسلم میں ہے:-

خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ

سب عورتوں میں بہتر مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد ہیں۔

اور طبرانی میں ہے کہ عورتوں میں سوائے دو کے اور کامل نہیں ہوئیں حضرت

لیکن یہ دیکھکر حیران ہو گئے کہ جب کبھی آپ اندر تشریف لاویں تو طرح طرح کے بے فصل کے میوے قرینے سے آپ کے سامنے چنے ہوئے ملیں۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ — جب بھی زکریا محراب میں داخل ہوئے
وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا — اس کے پاس سامان رزق پائیے۔

آخر آپ نے ایک دن پوچھا:۔

أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا؟ — یہ تیرے پاس کہاں سے آیا"

حضرت مریم نے فوراً جواب دیا:۔

هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ۔ — یہ اللہ کے پاس سے ہے۔"

فرشتوں کی بشارت

جب فرشتوں نے کہا اے

إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ — مریم تحقیق اللہ نے تجھ کو چن لیا
إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ — ہے اور پاک کیا ہے اور تجھ کو
وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ — عالم کی عورتوں پر فضیلت بخشی ہے"

حضرت جبرئیل کی آمد۔ پھر جب آپ بالغ ہوئیں اور پہلے غسل سے فراغت پائی تو حضرت جبرئیل امین تشریف لائے۔

فَاَرْسَلْنَا اِلَیْھَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَھَا بَشَرًا سَوِیًّا
پس ہم نے اپنی رُوح روانہ کی جو کامل انسان کی صورت میں نمودار ہوئی

آپ انکو دیکھ کر ڈر گئیں مگر حضرت جبرئیل نے ارشاد فرمایا:۔

قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَھَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا
میں تیرے رسول کا الٰہی ہوں تاکہ تجھ کو ایک بجھ دار پاکیزہ بچہ دوں۔

حضرت مریم نے تعجب سے پوچھا:۔

اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ
میرے کیسے بچہ ہو سکتا ہے۔

حضرت جبرئیل نے فرمایا:۔

كَذٰلِكِ
اسی طرح ہے

پھر حضرت جبرئیل نے ان کے پیٹ پر پھونک مار دی جس سے آپ بقدرت خداوندی حاملہ ہو گئیں، اس کے بعد جوں جوں دن گزرتے جاتے آثار حمل ظاہر ہوتے جاتے، اور اسی قدر قوم کی رسوائی وملامت کے ڈر سے روتی جاتیں اور رنجیدہ و غمگین ہوتی جاتیں، آخر جب ۹ ماہ پورے ہوئے تو الہام ربانی ہوا آپ بیت المقدس سے نکلکر ایک میدان میں کھجور کے درخت کے نیچے چلی آئیں:۔

فَاَجَآءَھَا الْمَخَاضُ اِلٰی جِذْعِ النَّخْلَةِ
پس لایا اسکو جننے کے درد نے کھجور کی جڑ پر۔

راز سے آگاہی	آپ کے شدید درد ہو رہا تھا کہ اچانک آپ کا خالہ زاد بھائی یوسف جو ستاری کا کام کرتا تھا۔ وہ آگیا

اور اس نے حقیقت معلوم کرنی چاہی آپ نے سارا واقعہ اس سے بیان کر دیا۔ جامع التواریخ میں ہے پھر یوسف آپ کو چند میل کے فاصلہ بیت اللحم میں لے گیا آپ اب درد زہ سے بیقرار ہو گئیں اور کھجور کے تنہ سے پشت لگا کر بیٹھ گئیں۔ حضرت عیسٰے تولد ہوتے خدا نے فوراً اس سوکھے درخت کو تازہ کر دیا اور ایک چشمہ شفاف رواں ہو گیا، جنت سے فرشتے اور حوریں آئیں اور حضرت مریم معصومہ کی مدد کی حضرت عیسٰے کو جنتی لباس پہنایا اور فرشتوں نے فرمایا

اَلَّا تَحْزَنِیْ۔ کہ غمگین مت ہو۔

حضرت عیسٰے اسی وقت بول اٹھے اور والدہ کو اپنی پیدائش پر ان لفظوں میں مبارکباد دی۔

وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ — مجھ پر سلامتی ہو جب کہ میں پیدا
وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ — ہوا اور جب میں اٹھایا جاؤں اور
حَیًّا۔ — جب زندہ دوبارہ بھیجا جاؤں

حضرت مریم بہت خوش ہوئیں، جب بھوک لگی تو آواز آئی۔

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ — تو اپنی طرف درخت کے تنہ کو

تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا — کھنیچ تجھ پر تازہ کھجوریں گرینگی۔

غیبی کرشمے

جب اس سے فارغ ہوئیں تو پھر اس غم رسوائی نے ستانا شروع کر دیا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔

فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ — میں نے اللہ کا روزہ خاموشی کا

صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا — رکھا ہے میں آج کسی سے کلام نہ کروں گی۔

اور یہ ہدایت کر دی گئی کہ جواب کیلئے حضرت عیسٰیؑ کیطرف اشارہ کر دیں۔

ان تسلیوں اور انتظامات کے بعد آپ کو حکم ہوا کہ آپ اپنی جگہ پر واپس جائیں، جب آپ حضرت عیسےٰ کو لئے ہوئے آئیں تو قوم میں کہرام مچ گیا، ہر ایک نے طرح طرح کے شبہات اور اتہامات لگانے شروع کر دئے لیکن آپ نے ان سب کے جواب میں حضرت عیسےٰ کیطرف اشارہ کر دیا فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ تو حضرت عیسےٰ نے باوجود چند روزہ کے گفتگو کرنی شروع کر دی اور سب سے پہلا کلمہ جو زبان سے نکلا وہ یہ کہ

إِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ — میں خدا کا بندہ ہوں

وَجَعَلَنِي نَبِيًّا۔ — مجھ کو کتاب دی ہے اور مجھ کو نبی بنایا ہے“

حق و باطل کا معرکہ

پھر اس کے بعد حق و باطل کا معرکہ گرم ہو گیا۔ اللہ والے لوگوں میں ایمان و یقین، عزت و

احترام اور تصدیق و تائید کا جوش پیدا ہو گیا اور باطل پرست کفر و طغیان میں منہمک ہو گئے۔ پس جو خدا اور اس کی باتوں پر یقین رکھنے والے ہوئے خدا نے انکو نجات دی اور جنہوں نے اس کے خلاف راستہ اختیار کیا دُنیا و آخرت کی تباہی اور ذلت و رسوائی ان کے حصہ میں آئی۔

درسِ عبرت حضرت مریمؑ کے اس سارے واقعہ میں ہم کو جو چیز خاص طور سے عبرت و نصیحت کیلئے ملتی ہے وہ ان کی بندگی، معصومیت، توکل، صبر اور خدا کیواسطے اپنی ساری زندگی کا وقف کرنا ہے، حق تعالیٰ شانہٗ انکو ان کی اور انکی والدہ کی نیک نیتی اور خلوص اور خدا پرستی کے جذبہ کے صلہ میں وہ انعام عطا فرمایا جس کی مثال سوائے حضور انور کی ذات میں اور کہیں نہ ملے گی پس جب کسی کو خدا کی غیبی امدادیں، خدا کے غیبی کرشمے، خدا کے غیبی انعامات حاصل کرنے ہوں وہ معصوم مریمؑ کی زندگی سے سبق لیں اور خدا کی اطاعت و تابعداری میں اپنے کو وقف کر دیں، خدا ان سے خوش ہوگا اور خوش ہو کر ایسے انعامات دیگا جس سے دوسرے محروم ہونگے۔

نیز اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ والدین خصوصاً والدہ کی نیکی اور دینداری کا انعام اولاد کو بھی ملتا ہے۔ جیسا کہ حضرت

حنہ کے خلوص کا انعام حضرت مریم اور ان کے ولدِ صالح حضرت عیسےٰ کو ملا۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ الیٰ یوم الدین۔

ازواجِ مطہرات

خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

آپ کا نام خدیجہؓ، ہور طاہرہ اور ام ہند کنیت اور نسب خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ ابن قصیٰ بن کلاب تھا۔ آپ کا یہ سلسلہ نسب چوتھی پشت پر قصیٰ سے جا کر حضورؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک سے مل جاتا ہے۔ ننھیالی حیثیت سے بھی آپ بہت زیادہ شریف تھیں۔ یعنی آپ کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت زائدہ قبیلہ بنو عامر جو عرب کا ایک معزز قبیلہ تھا۔ اس کی چشم و چراغ تھیں۔

پیدائش اور ایامِ طفولیت

آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پندرہ سال پیشتر عرب کی سب سے مقدس ترین جگہ مکہ کی سرزمین میں جلوہ ریز ہوئیں ابتدائی تعلیم و تربیت خاندانی دستور کے مطابق گھر ہی میں ہوئی اور وہیں آپ کا ابتدائی زمانہ بھی گزرا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسنِ صورت کے ساتھ ہی ساتھ حسنِ سیرت سے بھی نوازا تھا۔ آپ عہدِ طفولیت ہی سے نہایت

عقلمند اور ہوشیار تھیں۔ عفت اور عصمت آپ کا شیوہ تقویٰ و طہارت
آپکا پیشہ اور زہد و ریاضت آپ کا شعار تھا آپ کو قدرتاً دنیا کی
لغویات بیہودہ مراسم سے نفرت تھی۔ کھیلنے کودنے اور بیکار وقت
ضائع کرنے کو بہت ہی برا خیال کرتی تھیں۔

نکاح

پاک اور اچھوتے عہد طفولیت کو گزار کر جب آپ نے اپنے
متبرک زمانۂ شباب میں قدم رکھا تو اس وقت آپ کے والدین
کو آپ کی شادی کی فکر دامنگیر ہوئی۔ چنانچہ کچھ دنوں تلاش و جستجو کے بعد
آپ کے ایک رشتہ دار قبیلہ کے نوجوان سردار عتیق بن عائذ سے نکاح
کر دیا گیا۔ عتیق نہایت نیک اور شریف انسان تھے۔ وہ آپ سے بیحد
محبت کرتے تھے۔ آپ کو بھی اپنے محبوب شوہر سے بہت زیادہ محبت
تھی۔ مگر بدقسمتی سے وہ زیادہ عرصہ تک زندہ نہ رہ سکے۔ اور ایک لڑکی
اور لڑکا چھوڑ کر اپنے اعزا و اقربا کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دیتے
ہوئے اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت کر گئے۔ اس کے
بعد کچھ عرصہ تک تو آپ بیوہ بیٹھی رہیں۔ مگر چونکہ آپ بہت کمسن تھیں اس لئے
آپ کے رشتہ داروں نے ایک دوسرے معزز شخص ابو ہالہ بن نباش
سے آپ کا دوسرا عقد کر دیا ان سے دو بچے پیدا ہوئے بڑے کا نام ہالہ
اور چھوٹے کا نام ہند رکھا گیا۔ آپ کو اپنے ان بچوں سے بہت محبت تھی

چنانچہ انہیں کے نام سے اپنی کنیت بھی ام ہند رکھی تھی یہ شوہر بھی بہت نیک اور شریف تھے۔ مگر قسمت نے یاری نہ کی اور یہ بھی ایک مہلک مرض میں تھوڑے دن بیمار رہ کر رحلت کر گئے شوہر کے انتقال کے بعد آپ نے تجارت کرنا شروع کر دی اور رفتہ رفتہ اس میں اس قدر وسعت دی کہ آپ کا تجارتی کاروبار عرب کے علاوہ دُور دراز ممالک میں بھی پھیل گیا۔ اس سلسلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی معاملات ہوئے اس وقت آپ اگرچہ رسالت کے عہدہ پر فائز نہیں ہوئے تھے مگر امانت اور دیانت نیکی اور ہمدردی خلق وغیرہ صفات حسنہ میں دُور دُور مشہور تھے۔ عرب عام طور پر آپ کو امین کے معزز لقب سے پکارتے تھے حضرت خدیجہؓ ہمیشہ آپ کی تعریف سنا کرتی تھیں معاملات کے ہونے کے بعد وہ کل سنی ہوئی باتیں اور بلکہ اس سے کہیں زائد آپ کے تجربہ میں آگئیں اور آپ نے بچشم خود ان کا معائنہ کر لیا۔ اگرچہ آپ عورت تھیں۔ اور کیسی کہ عفت و عصمت آپ کا شیوہ اور شرم و حیا آپ کا شعار تھا۔ اس لئے جب شادی کی خواہش ہوئی اور پیام عقد روانہ کرنا چاہا تو شرم و حیا دامنگیر ہوئی۔ آپ رکیں مگر حضور کا عدیم المثال اخلاق کچھ اس طور پر آپ کے دل پر نقش کر گیا تھا کہ اس کو بھلا دینا کچھ آسان نہ تھا آپ نے اس گوہر نایاب کی تحصیل میں ادنیٰ وقفہ کی تاخیر بھی سخت جرم

سمجھا اور فوراً آنحضرت کی خدمت مبارک میں عقد کا پیغام روانہ کر دیا۔ حضور صلعم بھی چونکہ معاملات کی وجہ سے حضرت خدیجہ کی نیکی و پارسائی سے واقف ہو گئے تھے اس لئے آپ نے اُسے شرفِ باریابی بخشا۔ اور اس پیام کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد حضرت خدیجہ کے ایک قریبی رشتہ دار نے اپنی اس فرشتہ خصلت عزیزہ کا نکاح نورِ مجسم مجموعہ حسنات و خیرات سردارِ دوجہان سید الانس والجان حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا۔

عقد کے بعد سے بی بی خدیجہؓ نے اپنے محبوب شوہر کے ساتھ جس غیر معمولی محبت اور شیفتگی کا اظہار کیا۔ آپ کے حالاتِ زندگی اس پر شاہد ہیں۔

بعثت سے قبل آپ کا دستور تھا کہ آپ غارِ حرا پر تشریف لے جاتے اور وہاں کئی کئی دن عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے اور خدیجہؓ ان کے لئے ناشتہ تیار کر کے ساتھ کر دیتیں جو وقت آپ کے آنے کا ہوتا اس کا شدت سے انتظار کرتیں اگر کچھ دیر ہو جاتی تو فرطِ محبت کیوجہ سے بیقرار ہو جاتیں اور فوراً اپنے غلاموں کو آپ کی تلاش کے لئے روانہ کرتیں۔ جب بعثت کا زمانہ بالکل قریب آ گیا۔ تو آپ نے سچے خواب دیکھنے شروع کئے اس کے ساتھ ہی ساتھ

غارِ حرا میں عجیب و غریب واقعات و حادثات بھی رونما ہونے لگے کبھی کبھی آپ کو ان سے خوف طاری ہو جاتا۔ تو آپ اپنی سچی رفیقہ حیات کے پاس آتے اور کل ماجرہ بیان کر دیتے آپ انہیں نہایت تسلی بخش الفاظ میں اطمینان دلاتیں ایک دن اسی طرح کا واقعہ پیش آیا جس سے آپ بہت سخت متردد ہو گئے تو حضرت خدیجہؓ نے ان تسکین آفرین الفاظ میں حوصلہ افزائی فرمائی کہ آپ اپنے اللہ کی عبادت و ریاضت اور اس کے بندوں کے ساتھ احسان و سلوک کرتے ہیں۔ غریبوں کی مدد، یتیموں کی اعانت اور فقیروں کی نصرت فرماتے ہیں۔ آپ بینواؤں کے ہمنوا بیدست و پا کے ہاتھ پاؤں بے یار و مددگار کے پیچھے یار و مددگار بے آسرا کے آسرا اور بے سہاروں کے سہارا ہیں آپ کو خدا ہرگز ہرگز ذلیل و رسوا نہیں کرے گا ...... الخ

فضل و کمال آپ کے کمالات کیلئے یہی کافی ہے کہ آپ ہر موقعہ اور ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور گرانقدر مدد کی ابن ہشام کا بیان ہے۔

وَکَانَتْ لَہٗ وَزِیْرَ صِدْقٍ عَلَی الْاِسْلَامِ اور حضور کی سچی وزیر تھیں۔

حضور نے آپ کے متعلق بیشمار ارشادات صادر فرمائے منجملہ انکے یہ ہیں۔

خَیرُ نِسَائِہَا مَریَمُ بِنتُ عِمرَانَ — "سب سے بہتر عورتوں میں مریم
وَخَیرُ نِسَائِہَا خَدِیجَۃُ بِنتُ خُوَیلِدٍ — اور خدیجہ ہیں" (بخاری ومسلم)

اور حضرت جبرئیل نے بحکم خداوندی آپ کو جنت کی بشارت دی تھی" (بخاری شریف)

وفات

الغرض اسی طرح خدا اور رسول کی اطاعت اور محبت میں سارے اوقات گزارتے ہوئے نبوت کے دسویں سال پینسٹھ سال کی عمر میں آپ اس خاکدان فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی وفات سے حضور صلعم کو اس قدر صدمہ پہنچا کہ اس سال کا نام مسلمانوں میں عام الحزان مشہور ہو گیا۔ وفات کے بعد جب کبھی بھی آپ یاد پڑ جاتیں تو ان کی مہربانیاں اور شفقتیں آپ کی آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتیں کہ جن کی وجہ سے آپ گھنٹوں چشم پرنم اور کبیدہ خاطر رہا کرتے تھے۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۵۱۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

علم و اجتہاد کا آفتاب عالم تاب

نام و نسب عائشہ نام صدیقہ اور حمیرا لقب والد ماجد کا نام نامی
ابوبکر صدیقؓ اور والدہ محترمہ حضرت ام رومانؓ تھیں
بعثت کے چار سال بعد پیدا ہوئیں، اور اس باپ کی پرورش
میں تربیت پائی جس نے افضل البشر بعد الانبیاءؑ کا لقب حاصل کیا یہی
وجہ تھی کہ صلاح و تقویٰ اور علوم و افکار حضرت عائشہؓ کے بچپن کے ساتھی
اور رفیق اور مونس تھے۔

نکاح پہلے آپ حضرت جبیر ابن مطعم کے صاحبزادے سے منسوب تھیں
لیکن جب حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا انتقال ہوگیا تو خولہ بنت حکیم
نے حضور کی اجازت سے آپ کی والدہ حضرت ام رومانؓ سے ذکر
فرمایا انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے عرض کیا حضرت ابوبکرؓ سے بڑھ کر
حضور کا شیدائی اور فدائی اور کون تھا اور اس موقعہ سے بڑھ کر
اور کونسا موقع غنیمت ہو سکتا تھا لیکن جبیر ابن مطعم سے وعدہ خلافی

کا امکان تھا۔ اس لئے سکوت اختیار فرمایا پھر جبیر ابن مطعم سے ذکر کیا یہ
ابھی تک مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے اس لئے اس خطرہ سے کہ کہیں
حضرت عائشہؓ کے ذریعہ گھر میں اسلام نہ آجائے از خود انکار کر دیا یہ
جواب پاتے ہی حضرت ابوبکرؓ نے پانچسو درہم پر سنہ نبوی میں حضرت
عائشہؓ کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا۔ خود ہی نکاح پڑھا یہ تقریب
اس سادگی سے ہوئی کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے خبر تک نہ ہوئی
جب والدہ نے مجھے نکلنے سے روکا تو میں سمجھی کہ میرا نکاح ہو گیا ہے۔
(مستدرک حاکم جلد ۴ صفحہ ۸) یہ تھیں اہلِ بیت علیہم السلام کی تقریبیں اور یہ
تھیں ان کی سادگیاں۔

عام حالات شوال ۳ھ میں احد کا معرکۃ الآرا غزوہ ہوا اس میں
شریک تھیں حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں میں نے ام
سلیمؓ اور حضرت عائشہؓ کو دیکھا کہ وہ مشک سے پانی بھر بھر کر لاتی ہیں
اور زخمیوں کو پلا رہی ہیں۔ (بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۵۸۲)

آپ کی زندگی میں بڑے بڑے اہم واقعات پیش آئے مگر
اختصار ان کی تفصیل کی اجازت نہیں دیتا ۵ھ میں غزوہ بنی مصطلق
میں حضور کے ہمرکاب تھیں واپسی پر آپ کا ایک قیمتی ہار گم ہو گیا جس کے
بعد منافقوں نے بڑے بڑے فتنے برپا کئے آخر وحی ربانی نے ان

فتنوں کا پردہ چاک فرمایا اور اسی وقت سے آپ کا لقب صدیقہ پڑ گیا
حضور کی خدمت کچھ اس ذوق و شوق سے کرتیں اور حضور کے علوم
و معارف کو کچھ اس ہماہمی سے اخذ کرتیں جس سے حضور کے قلب مبارک
میں ارفع مقام حاصل کر لیا تھا یہی وجہ تھی ۔ کہ حضور نے جب پردہ فرمایا تو آپ
کا مبارک سر آپ کی گود میں تھا اور آپ کے آخری کلمات آپ کے
کان میں تھے اور آخری نظارہ آپکے سامنے تھا ۔
آپ ہی کا حجرہ حضور کی آخری آرام گاہ بنا اور اسے وہ درجہ حاصل
ہوا کہ دنیا و آخرت کے سارے مرتبے اس پر قربان کئے جا سکتے ہیں ۔
حضور کے وصال کے بعد مکمل ۴۸ سال آپ نے بیوگی میں گزارے
اس تمام عرصہ میں علم اور دین کی خدمت اور اسلام کی بلندی اور ترقی کی
ہر امکان کوشش کرنا آپ کا بلند نصب العین رہا ۔

وفات

حضرت عائشہؓ نے رمضان المبارک ۵۸ھ میں امیر معاویہ کے آخری
عہد میں تریسٹھ سال اس دار فانی کو روشن فرما کر عالم جاودانی
کو بسایا انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ جنت البقیع میں دفن ہوئیں ۔ حضرت
ابو ہریرہ مشہور راوی حدیث نے نماز پڑھائی ۔

فضل و کمال

حضرت عائشہ نہ صرف ازواج مطہرات پر علمی حیثیت سے
فوقیت رکھتی تھیں بلکہ سوائے چند کے بقیہ تمام صحابہ

کرام پر آپ کو امتیاز حاصل تھا۔

حضرت عروہ ابن زبیرؓ فرماتے ہیں۔

مَارَأَیْتُ أَحَدًا أَعْلَمَ بِالْقُرْآنِ وَلَا بِفَرِیْضَةٍ وَلَا بِحَلَالٍ وَلَا بِفِقْهٍ وَلَا بِشِعْرٍ وَلَا بِطِبٍّ وَلَا بِحَدِیْثِ الْعَرَبِ وَلَا نَسَبٍ مِنْ عَائِشَةَ

میں نے کسی کو عائشہؓ سے زیادہ قرآن، فرائض، حلال اور فقہ اور شعر طب، تاریخ عرب اور نسب کا جاننے والا نہ پایا۔

آپ مجتہدین صحابہ میں سے ہیں۔ اور احادیث میں بکثرت آپ سے روایات ملتی ہیں جن کی مجموعی تعداد ۲۲۱۰ تک پہنچتی ہے۔ اور علماء کی زبان پر مشہور ہے کہ تمام دین کا ¼ حصہ حضرت عائشہؓ کے ذریعہ سے پہونچا ہے۔ اسی طرح علم اسرار الدین، علم کلام، تاریخ، انساب، شعر و سخن، بلاغت اور طب، وغیرہ علوم و فنون میں آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔

فضائل اللہ تعالےٰ نے قرآن حکیم میں کئی آیات آپ کی شان میں نازل فرمائیں اور حضور سرکار دو عالم نے آپ کے متعلق بار بار گرامی قدر ارشاد فرمائے۔

ارشاد فرمایا۔ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الطَّعَامِ عَلَى الثَّرِیْدِ۔

عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر

الیسی ہے جیسی ثرید کھانے کی فضیلت

تمام کھانوں پر ہے۔ (طبرانی)

اخلاق و عادات

نہایت فیاض بہادر قانع اور متوکل تھیں غیبت سے احتراز فرماتیں احسان کم قبول کرتیں ہر شخص سے سلوک فرماتیں اور اپنی تعریف سے سخت نفرت فرماتیں نہایت عبادت گذار اور اللہ تعالیٰ سے سخت ڈرنے والی تھیں۔

فیاضی آپ کا خاص جوہر تھا ایک بار امیر معاویہؓ نے ایک لاکھ درہم آپ کی خدمت میں روانہ کئے شام سے پہلے پہلے آپ نے سب کو خیرات کر دیا۔ اتفاق سے اس روز آپ کا روزہ تھا لونڈی نے عرض کیا کہ افطار کے لئے کچھ بھی نہیں ہے فرمایا تو نے پہلے سے کیوں نہیں بتا دیا تھا۔ (مستدرک حاکم) غرضیکہ ہزاروں کے پیٹ بھرے، مگر خود کھجور اور پانی پر اکتفا فرمایا۔

کیا آج کل کی خواتین کے لئے ان واقعات میں کوئی درسِ نصیحت پوشیدہ ہے؟

اور کیا دنیا کی کوئی قوم اور عالم کا کوئی مذہب ایسی اہلِ علم اور ایسی بلکمل اور ایسی کریم النفس خواتین پیش کر سکتا ہے؟؟

کاش ہم ان واقعات سے سبق لیتے اور اپنی زندگیوں کو ان کے نقش

پر چلانے کی کوشش کرتے۔

اُمّ المومنین حضرت سودہؓ

آپ کا اسم گرامی سودہؓ اور کنیت الاسود ہے عرب کے معزز رئیس زمعہ بن قیس کی بیٹی تھیں۔ جو بہت باعظمت اور بہت پرشوکت سردار شمار کئے جاتے تھے اور دلیری و بہادری میں خاص امتیاز رکھتے تھے۔ حضرت سودہؓ نسبی حیثیت سے بہت بلند مرتبہ رکھتی تھیں کیونکہ آپکا سلسلہ نسب نویں پشت لوی بن غالب پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر ملجاتا ہے۔ اسی طرح ننھیالی طرف سے بھی بہت ہی معزز اور شریف تھیں یعنی آپ کی والدہ ماجدہ کا قبیلہ ان چوٹی کے قبائل سے شمار کیا جاتا تھا کہ جن کی شرافت اور نجابت نہ صرف اہل عرب کے نزدیک مسلّم وطے شدہ بلکہ غیر عرب کے یہاں بھی ان کی عزت و عظمت کے ڈنکے بج رہے تھے۔

اللہ تعالےٰ نے آپ کو ابتداء ہی سے فطرت سلیمہ سے نوازا اور اخلاق حمیدہ سے آراستہ پیراستہ فرمایا تھا۔ جس کی وجہ سے ایام طفولیت سے آپ سے ایسے افعال اور عادات کا صدور ہوا کرتا تھا کہ جن کو دیکھنے والے دیکھ دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے۔ بڑوں کی اطاعت۔ بچوں سے محبت

بوڑھوں کی خدمت یہ روز کا مشغلہ تھا۔ طبیعت اس قدر نیک اور سنجیدہ پائی تھی کہ شور و شر سے ہمیشہ دور دور رہا کرتی تھیں۔ اور لوگوں کے ورغلانے سے کبھی اس کے قریب نہ جاتی تھیں آپ کا خاندان شرک اور کفر کا جیتا مرقع تھا آپ نے پرورش بھی اسی ماحول اور اسی فضا میں پائی تھی مگر اس کے باوجود آپ ان چیزوں سے سخت نفرت کیا کرتی تھیں اور اگرچہ آپ صراطِ مستقیم پر تھیں مگر شروع ہی سے آپ کو اس چیز کی تلاش اور جستجو تھی کہ کونسا راستہ اختیار کیا جائے۔ جس کے ذریعہ سے شرک اور بت پرستی سے نجات ملے اور وہ راہ نصیب ہو کہ جو دنیا اور آخرت میں حقیقی نجات اور ابدی فلاح کی ضامن اور ذمہ دار ہو اس کی آپ کو ہر وقت دُھن تھی۔ اور اسی کی فکر۔

کہ عبداللہ کے نور نظر اور بی بی آمنہ کے لخت جگر سردار دو جہاں محبوب مالک کون و مکان حضور مقبول محمد مصطفٰے احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ اور عالم کی کل گوری کالی سرخ اور زرد اقوام کو ضلالت اور گمراہی کے عمیق غاروں سے نکالنے اور ان کو سیدھی راہ دکھلانے کا ذمہ لیا۔ فطرت کے مطابق عالم کا ذرہ ذرہ ان کی مخالفت پر آمادہ اور انکے خون کا پیاسا ہو گیا مگر اس دورِ البلاغ و آزمائش اور اس عہد شر انگیز اور پر فتن میں بھی بعض خوش نصیب طالبان رشد و ہدایت نے انہی ارادوں

اور پاک حوصلوں سے منہ نہ موڑا۔ بلکہ بعثت نبوی کی خوشخبری سننے کے ساتھ ہی فوراً آپ کی خدمت میں حاضری کے لئے دوڑے۔ اور قدموں پر سر رکھ کر آمَنَّا وَصَدَّقْنَا کے فلک شگاف نعرے بلند کئے جس سے عالم کفر میں ایک عبرت انگیز تہلکہ مچ گیا۔

حضرت سودہؓ اگرچہ ابھی کمسن تھیں مگر یہی حوصلہ اور پاک ارادہ ان کے دل میں بھی کارفرما تھا۔ چنانچہ آپ کے کان میں بھی جب اللہ کے سچے اور آخری رسول صلعم کی سچی اور آخری آواز پہنچی۔ تو فوراً آپ دربار نبوت میں حاضر ہوئیں۔ اور سچے دل سے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ کا اطمینان بخش اور تسکین آخریں پڑھا اور خلوص نیتی سے اللہ اور اس کے رسول کے آگے اپنی گردن اطاعت خم کر دی۔

مَنْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا۔ اسلام لانے کے ساتھ ہی اہل قبیلہ نے ان کے ساتھ وہ ظالمانہ برتاؤ کیا کہ الامان والحفیظ، مصائب اور آفات کے وہ وہ پہاڑ توڑے کہ خدا کی پناہ، مگر اللہ کی اس نیک بندی نے ان سب کو نہایت بے پروائی سے برداشت کیا اور اسلام پر برابر ثابت قدم رہیں۔

حضرت سکرانؓ آپ کے چچازاد بھائی تھے نہایت نیک اور شریف

تھے پہلا نکاح آپکا انہیں کے ساتھ ہوا تھا۔ وہ بھی اپنی نیک بیوی کی طرح ابتدائے اسلام میں حلقہ بگوشانِ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ اور میخانہ وحدت سے خوب سیر ہوکر بادہ ایمان نوش فرمائی تھی۔ یہ دونوں میاں بیوی تھے اور تکالیف اور مصائب کا ایک طوفان امڈا چلا آرہا تھا۔ ان مصیبتوں کو برداشت کرتے کرتے جب ایک عرصہ گزر گیا۔ تو ایک دن ان دونوں نے جناب باری میں نہایت عجز و انکساری سے دعا مانگی کہ خداوندا ہم کو ان آفتوں سے نجات دلا اب ہمارے جسم ان تکالیف شاقہ کو برداشت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ دعا بارگاہ خداوندی میں قبول ہوئی اور اس کے تھوڑی ہی مدت میں حضرت جبرئیل اللہ تعالےٰ کے یہاں سے ہجرت حبشہ کر جانے کا پیام لائے اس پیام ربانی کے موجب یہ لوگ شاہ نجاشیؓ کے یہاں ارض حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ اور بصدق دل حکم ربانی کی تکمیل فرمائی۔

وہاں انکو ایک مدت گزر گئی مگر جب مکہ میں سکون اور اطمینان ہو گیا اور اسلام و مسلمانوں کو کچھ قوت حاصل ہوگئی۔ تو مہاجرین حبشہ نے واپسی مکہ کا عزم کیا۔ انہیں کے ساتھ یہ بھی معہ اپنے محبوب شوہر حضرت سکرانؓ کے مکہ واپس آئیں یہاں آنے کے چند برسوں کے بعد حضرت سکرانؓ کا انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

انتقال کے بعد آپ بہت ہی رنجیدہ و کبیدہ خاطر رہا کرتی تھیں۔ ہجرت حبشہ کے طویل عرصہ میں ان کے دیگر اعزا و اقربا بھی جدا ہو گئے تھے بہت سے فوت ہو گئے تھے۔ اور بقیہ ادھر ادھر منتشر اور متفرق ہو گئے تھے۔ جو باقی تھے وہ اب بھی بنائیں مذہب کی وجہ سے ان کے سخت ترین دشمن تھے۔ اس لئے آپ کو اب پہلے سے بھی زیادہ تکلیف اور مصائب کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ مگر الحمد للہ اس بیچارگی اور بے کسی میں بھی آپ اللہ کے بھروسے پر قائم رہیں اور شکر و صبر کر کے کل مصیبتوں کا مقابلہ کرتی رہیں۔ حضور صلعم کو آپ کا حال معلوم ہوا تو بہت ہی افسوس کیا اور آپ کے ساتھ سلوک و احسان کرنے کے لئے متمنی اور خواہش مند رہنے لگے چنانچہ حضرت خدیجہؓ کا جب انتقال ہو گیا تو نبوت کے چودھویں سال آپ نے بعوض چار سو درہم کے آپ کے ساتھ نکاح کر لیا۔

حضرت سودہؓ کی عمر اگرچہ اس وقت بہت زیادہ ہو گئی تھی اور جوانی کی حدود سے گزر کر بڑھاپے کے عہد میں قدم رکھ چکی تھیں۔ مگر آنحضرت صلعم کا رحم و کرم اس قدر وسیع تھا کہ اس نے ان سب کمزوریوں کو ڈھک لیا۔ اور از راہ شفقت و مروت آپ نے ان سے شادی کر لی۔ حضور کے عقد میں آنے کے بعد اپنے محترم شوہر کی محبت اور ان کی

خدمت و اطاعت کا وہ ثبوت دیا ہے کہ دنیا کی بہت کم عورتوں سے اس کا ظہور ہوا ہوگا۔ چنانچہ ۸ھ میں جب آپ نے ان کو کسی وجہ سے طلاق دینے کا ارادہ کیا۔ تو آبدیدہ اور دل گرفتہ ہو کر خدمت نبوی میں عرض کیا کہ لئے خدا کے سچے رسول دنیا میں اب نہ میرا کوئی حوصلہ ہے اور نہ کوئی خواہش ہاں ایک خواہش اور رہ گئی ہے کہ جس کے لئے آپکی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں وہ یہ کہ آپ مجھے طلاق نہ دیں کیونکہ میں چاہتی ہوں کہ دنیا کی طرح آخرت میں بھی آپ کے ساتھ رہوں۔ اور میرا بھی نام ام المومنین میں شمار ہو آپ نے اس درخواست کو سنا تو رونے لگے اور فرمایا کہ انشا اللہ ایسا ہی ہوگا۔ اس جواب سے استقدر خوش ہوئیں کہ فرماتی ہیں کہ عمر بھر مجھ کو ایسی خوشی کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ آپ نے حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ام المومنین حضرت زینبؓ

حضرت زینبؓ کا سلسلہ نسب قریش کے مشہور رئیس خاندان عبد مناف تک پہنچ کر حضور سے مل جاتا ہے۔

آپ نہایت زیادہ فیاض اور غربا پرور تھیں۔ اس لئے آپ کا

لقب ام المساکین پڑ گیا تھا ۔
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت عبداللہ بن جحش سے نکاح ہؤا تھا جب وہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تو اسی سال حضور نے عقد فرمایا ۔ نکاح کے بعد آپ صرف دو تین ماہ زندہ رہیں ۔
حضرت خدیجہؓ کے بعد صرف یہی ہیں جن کا انتقال حضور کے سامنے ہؤا اور حضور نے خود نماز جنازہ پڑھائی ۔
رات کو جنت البقیع میں مدفون ہوئیں ۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ۳۰ سال کی تھی ۔ (اصابہ فی تذکرۃ الصحابہ جلد ۸ صفحہ ۹۴)
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر رنج اور غم کے آثار ظاہر تھے، کہ ایک رفیقۂ حیات جدا ہو رہی ہے ۔

حضرت اُم سلمہ رضؓ

ہند نام ام سلمہ کنیت قریش کے مشہور اور باوقار خاندان مخزوم کی چشم و چراغ ہیں ۔
پہلا نکاح عبداللہ بن عبدالاسد سے ہؤا تھا جو حضرت ام سلمہ کے چچازاد اور حضور کے دُودھ شریکی بھائی تھے، ان میں آپس میں اس قدر

محبت تھی کہ لوگ ضرب المثل کے طور پر بیان کرتے تھے۔
شروع اسلام میں اپنے خاوند کے ساتھ مشرف باسلام ہوئیں اور
اسی زمانہ میں اپنے شوہر کے ہمراہ حبشہ کو ہجرت کر گئیں۔
کچھ دنوں کے بعد مکہ واپس آئیں اور مکہ سے پھر مدینہ ہجرت کر گئیں
آپ کی ہجرت کا واقعہ عجیب و غریب ہے اور ایمان و ایقان کے
خزانوں سے سرسبز ہے مگر بخوف طوالت اسے ہم نظر انداز کرتے ہیں۔
مدینہ پہنچ کر اپنے شوہر سے جا ملیں لیکن خداوند عالم کو کچھ اور ہی منظور
تھا وہ غزوۂ احد میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے زخمی ہوئے اور ۴
جمادی الثانی سنہ ۴ھ میں وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون
(زرقانی جلد ۳ صفحہ ۲۴۲)

حضرت ام سلمہ کو بیحد صدمہ ہوا۔ حضور غمگینوں کے غمگسار اور بے سہاروں کے
غمخوار تھے اگرچہ ان کا سن ڈھل چکا تھا پھر بھی حضور نے محض ہمدردی
اور کرم فرمائی سے پیام بھجوایا اور آخر شوال سنہ ۴ھ میں نہایت سادگی
سے نکاح ہو گیا حضور نے آپ کو بھی اور ازواج کی طرح دو چکیاں، گھڑا
اور چمڑے کا تکیہ جو کھجور کی چھال کا تھا عنایت فرمایا۔ (مسند ابن حنبل جلد ۶
صفحہ ۲۹۵)۔

عام حالات | حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ سے بیحد محبت تھی چنانچہ

اکثر اگر کوئی بات ہوتی تو ازواج آپ ہی کو اپنا سفیر حضور کے پاس بنا کر روانہ کرتیں۔

غزوۂ خندق میں آپ حضور کے قریب تر تھیں۔ صلح حدیبیہ میں بھی حضور کے ہمرکاب تھیں۔ غزوۂ خیبر میں بھی شریک تھیں بیان فرماتی ہیں کہ مرحب مشہور جنگجو یہودی کے دانتوں پر جب تلوار پڑی تو اس کی آواز میں سن رہی تھی۔ (استیعاب جلد ۲)

سنہ ۹ھ میں ایلا کا مشہور واقعہ ہوا اس میں آپ نے نہایت مصلحانہ طرز عمل اختیار فرمایا سنہ ۱۰ھ میں اگرچہ آپ مریض تھیں لیکن پھر بھی رفاقت رسول سے محروم ہونا پسند نہ فرمایا اور بخوشی شریک سفر ہوکر حسنات و برکات سے بہرہ ور ہوئیں۔

سنہ ۶۱ھ میں حضرت امام حسینؓ جب شہید ہوئے تو آپ نے خواب دیکھا کہ حضور تشریف لائے ہیں۔ سر اور ریش مبارک گرد آلود ہے پوچھا حضور یہ کیا حال ہے۔ فرمایا "حسینؓ کے مقتل سے واپس آرہا ہوں" سنتے ہی بیدار ہوگئیں اور آنکھ سے آنسوؤں کا دریا جاری ہوگیا۔ (ترمذی شریف جلد دوم)۔

فضل وکمال محدثین کرام کا بیان ہے کہ علم و فضل میں حضرت عائشہؓ و اُم سلمہؓ کا اور کوئی ہم سر نہ تھا۔ قرآن

شریف بالکل حضور جیسا پڑھتیں ۔ حدیث میں حضرت عائشہؓ کے سوا اور
کوئی آپ کا ہمسر نہ تھا ۔ (۳۷۸) مرویات آپ کی مشہور ہیں ۔
آپ کے شاگردوں میں حضرت ابوہریرہؓ اور ابن عباسؓ جیسے
آفتاب علوم و فنون خاص طور سے مشہور ہیں ۔
فقہ میں ماہر ابن قیم کی رائے ہے کہ اگر ان کے تمام فتووں کو جمع
کیا جائے تو ایک خاص تصنیف مرتب ہو سکتی ہے ۔

اخلاق و عادات

نہایت فیاض اور سخی تھیں ۔ نہایت عابد و زاہد تھیں ۔ عموماً زیادہ وقت عبادت اور
نمازوں میں گزرتا اکثر روزہ سے رہتیں ۔

نیک باتوں کا حکم اور برائیوں سے منع کرنے کا خاص اہتمام تھا ۔
اللہ تعالیٰ کے پاس آپ کا کیا درجہ تھا اس ایک واقعہ سے اس
کا اندازہ ہو سکے گا ایک بار آپ نے حضور سے سوال کیا کہ قرآن شریف
میں ہمارا ذکر کیوں نہیں ہے ؟ اس وقت یہ آیات اتریں ۔

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ	بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں
وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ	اور مومن مرد اور مومن عورتیں ۔
الخ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً	۔۔ اللہ تعالیٰ نے انکے لئے مغفرت و اجر عظیم
وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۔	مہیا فرما رکھا ہے ۔

حضور منبر پر تشریف لائے اور اعلان فرمایا۔ (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۲۹۶)

وفات ۔ ۶۳ھ میں ۸۴ سال کے سن مبارک میں اس جہان فانی کو الوداع فرمایا۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں اور حضرت ابوہریرہؓ نے نماز جنازہ ادا فرمائی اور اس طرح ایک طویل مفارقت کے بعد اپنے محبوب سے جا ملیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

کیا اس مبارک سیرت سے ہماری مسلم خواتین بھی محبت اسلام، محبت خاوند اور محبت خلق کا کوئی سبق لیں گی اور علم دین اور اس کی خدمات کو اپنی زندگی کا سب سے محبوب مشغلہ بنائیں گی؟

اُمّ المومنین حضرت صفیہؓ

اصل نام زینب تھا لیکن بعد میں صفیہ کے نام سے مشہور ہوئیں۔ والد سردار قبیلہ تھے اور والدہ بھی ایک سردار کی بیٹی تھیں۔ ۷ھ میں غزوہ خیبر واقع ہوا جس میں اہل خیبر کو سخت شکست ہوئی۔ پہلا نکاح سلام ابن مشکم سے ہوا۔ مگر طلاق ہوئی دوسرا کنانہ ابن ابی الحقیق مشہور تاجر و رئیس ابو رافع کے بھتیجے سے ہوا۔ جنگ خیبر میں شوہر اور باپ چچا سب مارے گئے۔ قیدیوں میں یہ بھی گرفتار ہو گئیں

حضور نے انکو آزاد فرما کر نکاح فرمالیا۔ (بخاری شریف)

سنہ۱۰ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج فرمایا تو اس میں یہ بھی شریک سفر تھیں۔

سنہ۳۵ھ میں باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا۔ اور ان ظالموں نے آپ کا کھانا پانی بند کر دیا تو آپ نے ان کی بڑی مدد کی، خود خچر پر سوار ہوکر انکے مکان پر تشریف لے گئیں مگر راستہ میں اشتر نخعی جو باغیوں کا سردار اور شیطنت وخباثت کا پتلہ تھا ملگیا اور آپکو وہاں تک نہ پہونچنے دیا آخر آپ واپس آئیں اور حضرت امام حسینؓ کو انکی خدمت پر مامور فرمایا وہ آپکے گھر سے ضروریات زندگی پوشیدگی سے لے جاتے اور حضرت عثمانؓ تک کسی نہ کسی طرح پہنچا دیتے۔ (اصابہ جلد ۸ صفحہ ۱۲۷)

فضل وکمال: آپ بھی راوی حدیث ہیں۔ حضرت زین العابدینؓ وغیرہ نے آپ سے روایت فرمائی ہے۔ علم وفضل کا آپ اُبلتا ہوا چشمہ تھیں جب حج کو جاتیں تو عورتوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ آپ کے گرد لگ جاتے۔

امام زرقانی آپ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

كَانَتْ صَفِيَّةُ عَاقِلَةً ۔ حضرت صفیہ عقلمند

آپ کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیحد محبت تھی جب حضور بیمار ہو گئے تو آپ نے بڑی ہی پُر زور آواز میں فرمایا کاش حضور کی بیماری مجھے ہو جاتی (زرقانی جلد ۳ ص ۲۹۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی آپ سے بیحد محبت تھی ایک مرتبہ حضرت عائشہ نے ان کے قد و قامت کے متعلق کچھ کہا تو آپ نے فرمایا اے عائشہ تو نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر یہ سمندر میں چھوڑ دی جائے تو وہ بھی گندا ہو جائے (ابوداؤد جلد ۲ ص ۱۹۳)

اس سے معلوم ہوا کہ عیب جوئی اور غیبت کس قدر گندی چیز ہے آج لوگ خصوصاً عورتیں جو اس مرض میں شدید طور سے گرفتار ہیں یہ سوچیں کہ کیا کر رہی ہیں اور کس قدر گندگی کا ارتکاب کر رہی ہیں۔

ایک بار آپ ان کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ آپ رو رہی ہیں۔ سبب پوچھا تو کہا کہ عائشہ اور حفصہ کہتی ہیں کہ ہم تمام ازواج میں افضل ہیں کہ ہم آپ کی چچازاد بہن بھی ہیں۔

آپ نے فرمایا تم نے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ہارون میرے باپ موسیٰ میرے چچا محمد میرے شوہر ہیں تم لوگ مجھ سے کیونکر افضل ہو سکتی ہو (ترمذی شریف ص ۲۳۸)

آپ کھانا نہایت عمدہ پکاتیں اور تمام ازواج میں سلسلہ میں آپ کو امتیازی شان حاصل تھی نہایت فیاض اور سخی تھیں۔ نہایت نیک دل اور بردبار تھیں نہایت متقی اور عبادت گزار تھیں ۵۰ھ میں ساٹھ سال کی عمر میں انتقال فرمایا جنت البقیع میں مدفون ہیں ایک لاکھ درہم ترکہ چھوڑا۔ (زرقانی جلد ۳ ص ۲۹۶)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَثِيْرًا كَثِيْرًا

حضرت میمونہؓ

آپ کا نام میمونہ ہے قریش کی چشم چراغ ہیں۔ مسعود ابن عمر ثقفی سے پہلا نکاح ہوا تھا لیکن کسی وجہ سے علیحدگی ہو گئی۔ پھر ابو ام ابن عبد العزیٰ کے نکاح میں آئیں سـ ھ میں ان کا انتقال ہوا تو ذوالقعدہ سـ ھ میں بحالت احرام حضور نے مکہ ہی میں نکاح فرمایا۔ احرام کے فراغت کے بعد اور عمرہ تمام کرنے کے بعد مقام سرف جو مکہ سے ۱۰ میل کے فاصلہ پر ہے قیام فرمالیا اور یہیں رسم عروسی ادا ہوئی۔ (ابن سعد جلد دوم) یہ آپ کا آخری نکاح تھا۔ اور آپ آخری بیوی تھیں۔

وفات ۵۱ھ میں مقام سرف ہی میں بحالت سفر وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئیں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اور بکمال ادب و احترام تجہیز و تکفین و تدفین فرمائی۔ ۴۶ احادیث آپ سے مروی ہیں۔ بڑے بڑے صحابہ آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ کے متعلق حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔

اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ اَتْقَانَا لِلّٰهِ وَ اَوْصَلِنَا لِلرَّحِمِ

بے شک آپ ہم میں سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والی اور حق قرابت ادا کرنے والی تھیں۔ (اصابہ جلد ۸ ص ۱۹۲)

آپ کو غلام آزاد کرنے کا بڑا شوق تھا۔ ایک بار آپ نے لونڈی آزاد فرمائی تو حضور نے دعا فرمائی۔

جَزَاكِ اللّٰهُ خَيْرًا

خدا تم کو اس کا بہتر اجر عطا فرمائے (مسند احمد جلد ۶ ص ۳۴۲)

نہایت نرم دل اور حلیم الطبع تھیں۔ بہت فیاض اور سخی تھیں اور سنت کی شدت سے پابند تھیں ساری زندگی انہی نیک اور باکمال صفات کی نشر و اشاعت میں گزری ان میں جو سب سے اہم اور عظیم الشان جزو تھا وہ سنت نبوی پر عمل اور حضور کی ایک ایک بات تو مضبوطی سے پھیلانا تھا۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَرَضِيَتْ عَنْهُ۔ کاش! ہماری مسلم خواتین کی زندگی کا بھی یہی پروگرام ہوتا!!

حضرت جویریہؓ

حضرت جویریہ، قبیلہ خزاعہ کے خاندان بنی مصطلق کی روشن چراغ تھیں۔ آپ کے والد حارث اپنے قبیلے کے سردار تھے، آپ کا پہلا نکاح قبیلہ کے ایک نوجوان مسافع بن صفوان سے ہوا تھا۔ (طبقات ابن سعد صفحہ ۴۵)

مریسیع جو مدینہ منورہ سے ۹ منزل پر تمام دشمنان اسلام کا مرکز تھا، ۲ شعبان ۵ھ کو اسلامی فوجیں اس پر حملہ آور ہوئیں اور بالآخر فتح مسلمانوں کو ہوئی، اس میں چھ سو قیدی دو ہزار اونٹ، اور پانچ ہزار بکریاں ہاتھ آئیں۔ ان قیدیوں میں حضرت جویریہ بھی تھیں، حضور نے آپ کو آزاد فرما کر آپ سے نکاح فرمالیا، آپکا نکاح ہونا تھا کہ سارے قیدی جو مختلف مجاہدین کے حصہ میں آئے تھے، آزاد کیے گئے کہ جس خاندان میں حضور کی رشتہ داری ہو، اس کے افراد قید میں نہیں رہ سکتے ہیں (طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۴۶)

فضل وکمال فضل وکمال کے باب میں علم کو بڑا درجہ حاصل ہے۔ اور اس میں آپ کا جو درجہ تھا اس کا اندازہ اس سے ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حبر الامتہ ورئیس التفسیر۔ حضرت جابرؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت مجاہدؒ، جیسے بزرگ ترین صحابہ اور تابعین جو علم وعمل اور عظمت وبزرگی میں آفتاب و ماہتاب تھے۔ آپ کے شاگردوں کی جماعت میں داخل ہیں۔ آپ سے دفتر احادیث میں کئی حدیثیں منقول ملتی ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ)

عبادت وذکر عبادت اور ذکرِ خدا، آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو صبح وظیفہ میں مصروف دیکھا پھر جب دوپہر کو واپس آئے تو بھی اسی حالت میں پایا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھ کو کچھ ایسے کلمات نہ بتادوں جو اتنی دیر عبادت اور اس قدر وظیفہ کے برابر ہوں، پھر فرمایا ہر روز بعد نماز صبح تین بار کہا کرو:۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ۔	اللہ پاک ہے اور اسی کیلئے حمد ہے
عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضَا نَفْسِہٖ	بقدر اس کی مخلوقات کے اور
وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ	بقدر اس کی مرضیات کے اور
کَلِمَاتِہٖ (ترمذی)	بقدر وزن اس کے عرش کے

اور بقدر اسکے کمالات کے ۔"

محبت نبوی محبت اور خدمت نبوی، مسلمان کا سب سے بڑا قیمتی سرمایہ ہے، جسے خداوند عالم نے آپ کو پوری فیاضی سے عنایت فرمایا تھا۔ آپ اپنی باری کے دن حضور کیلئے بڑا اہتمام کرتیں اور یوں بھی عمدہ عمدہ کھانے پکا پکا کر حاضر خدمت کیا کرتی تھیں۔ حضور کو بھی آپ سے بڑی محبت تھی جس کے لطیف مظاہرے عموماً ہوا کرتے تھے، ۵۹ھ میں ۶۵ سال کی عمر میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ (ابن سعد صفحہ ۴)

حضرت اُم حبیبہ رض

آپ کا نام رملہ اور ایک روایت کے مطابق ہند اور کنیت اُم حبیبہ ہے آپ مکہ کے مشہور سردار ابوسفیان بن حرب کی بیٹی اور جلیل القدر صحابی رسول صلعم حضرت معاویہ بن ابی سفیان رض کی بہن ہیں۔ آپ کا نسب قصی بن کلاب پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک سے مل جاتا ہے۔ جس طرح آپ داد ہال کی طرف سے نہایت شریف تھیں اسی طرح ننہالی رشتہ سے بھی بہت

ہی معزز اور باعظمت شمار کی جاتی تھیں۔ کیونکہ آپ کی والدہ حفصہ بنت العاص ہیں جن کا قبیلہ عرب کے اندر شرافت اور نجابت کے اعتبار سے چوٹی کے قبائل سے گنا جاتا ہے اور جن کے آگے بڑے بڑے قبائل کے سردار اپنا سر خم کرتے تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت اکثر روایات کے مطابق مکہ معظمہ میں آپ کے والد ابو سفیانؓ بن حربؓ کے گھر ہوئی۔ اور وہیں خاندان کے رسم و رواج کے مطابق تعلیم و تربیت بھی ہوئی۔ یوں تو تمام بچوں اور بچیوں کے لئے عہدِ طفولیت لازمی اور ضروری ہے اور ہر ایک کا زمانہ اپنے اپنے اعتبار سے اپنے اندر ایک خاص کشش اور معصومیت رکھتا ہے مگر اس چیز میں جو نمایاں حیثیت حضرت اُم حبیبہ کو حاصل تھی۔ بہت کم بچوں کو نصیب ہوئی ہو گی۔ شجاعت اور بہادری عرب کا خاصہ ہے۔ اور اس چیز میں آپ کے خاندان کو جو امتیاز اور فوقیت حاصل تھی وہ اوروں کو نہیں تھی۔ آپ چونکہ اسی کے اندر پلیں اور پرورش پائی تھی اسلئے آپ کے اندر بھی یہ وصف نمایاں طور پر موجود تھا۔ چنانچہ آگے چل کر آپ سے شجاعت اور بہادری کے ایسے ایسے واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں کہ بڑے بڑے مردوں نے بھی آپ کا لوہا مان لیا۔ قدرت نے

اور تمام محاسن کے ساتھ ہی ساتھ حسن صورت اور حسن سیرت کے انمول جواہر سے آپ کے دامن حیات کو مالا مال کیا تھا۔ آپ کے اخلاق کریمہ بچپن ہی سے استقدر وسیع اور عظیم الشان تھے کہ بیک نظر جو شخص آپ کو دیکھتا آپ کا گرویدہ بن جاتا۔ اور مدت تک آپ کے شریفانہ اور کریمانہ اخلاق کا اثر اس کے دل سے نہ مٹتا۔ بچپن کا زمانہ گذر کر جب شباب کے عہد میں قدم رکھا تو آپکے والدین کو آپ کی شادی کی فکر دامنگیر ہوئی۔ اور ایک مدت تک تلاش اور جستجو کے بعد عرب کے مشہور قبیلہ بنو اسد کے ایک نوجوان سردار عبداللہ بن جحش سے آپ کی شادی کر دی گئی شادی کے بعد آپ اپنے محبوب شوہر کے گھر چلی آئیں اور یہاں بھی آپنے اپنے بہترین اخلاق اور بے مثال اوصاف کے وہ وہ جوہر اور کمالات دکھائے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں دیکھنے والوں کے دلوں میں اپنا گھر کر لیا۔

عبداللہ بن جحش بڑے نیک اور پاک طینت بزرگ تھے۔ یوں تو آپ بہت سے اوصاف محمودہ کے حامل تھے مگر سب سے زیادہ جو صفت آپکے اندر غالب تھی وہ قبول حق اور استقامت علی الحق کی تھی کہ ایک بار حق بات قبول کرنے کے بعد پھر اس سے روگردانی کا نام تک نہ جانتے تھے خواہ اس چیز میں

انہیں جسقدر بھی تکالیف اور مصائب کا سامنا ہی کیوں نہ کرنا
پڑتا ۔ چنانچہ آپکی حیات طیبہ کا شروع سے آخر تک مطالعہ کر جا
تو آپ کو انکی ساری زندگی انہیں قسم کے واقعات سے پُر ولبر
ملے گی ۔

شادی ہوئے ابھی ایک عرصہ بھی نہ ہونے پایا تھا کہ حراء
غاروں سے نبوّت کا آفتاب اپنی پوری تابانی کے ساتھ عا
کے تاریک ذرّوں کو مطلع انوار بنانے کے لئے طلوع ہوا اور
کی چوٹیوں سے توحید اور رسالت کی صدائیں آنے لگیں لوگوں نے
کو جھٹلایا قبیلہ والوں نے ان کی تکذیب کی شہر کے جوانوں نے
کو فنا و برباد کرنے کا بیڑا اٹھایا ۔ عورتیں، بچے، اور بوڑھے ا
کی مخالفت اور شدید مخالفت پر کمر بستہ ہوئے ۔ مگر چند خوش نص
اور اللہ والوں نے اس پُر شور و شر زمانے میں بھی اس سچی آ
پر لبّیک کہا اور دل و جان سے اس پر مرنے اور مٹنے کے لئے تیا
گئے ۔ منجملہ ان چند خوش نصیبوں کے حضرت اُم حبیبا اور ان کے
دل شوہر حضرت عبد اللہ بھی ہیں کہ جنہوں نے مشرکانہ اور ملحدانہ
کی مخالفت کرتے ہوئے حقانی اور ربانی پیام کے آگے تن من
سے اپنی گردن اطاعت خم کی ۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ

ذوالفضل العظیم۔

اسلام لانے کے بعد اب سینکڑوں اعزّاء و اقربا اور مر مٹنے والے جان نثار عقیدتمندوں کے بجائے۔ اس دنیا میں سوائے خدا ورسول کے چند بے یار و مددگار نفوس کے اور کوئی نہ تھا ہزاروں اور لاکھوں کی دولت کی بجائے فقر اور فاقہ ان کا سرمایہ زندگی تھا۔ وہ وطن جہاں کہ یہ پلے اور پرورش پائے تھے۔ اور جہاں ان کے رعب اور دبدبے کا سکہ جما ہوا تھا آج وہی انکے خون کا پیاسا اور ان کی عزت و آبرو کا خواہاں تھا۔ الغرض عجب کس مپرسی اور افلاس و بے یاری کا زمانہ تھا کہ نہ کھانے کو دانہ تھا نہ پہننے کو کپڑا تھا اور نہ رہنے کو مکان تھا۔ بس رنج و غم و الم مصیبت ہی ان کے ہمنوا اور دنیاوی سہارا تھی۔

اس تکلیف اور مصیبت میں ایک مدّت گزر گئی مگر راہ ہدایت سے انہوں نے سر مو منحرف ہونے کا نام نہ لیا اور نہایت پامردی و ثبات قدمی اور خلوص و اخلاص سے اسلام پر جمے رہے فـا لحمدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

تکلیف اور مصیبت کی جب حد ہو گئی اور کوئی ظلم و ستم ایسا نہیں تھا جو ان غریبوں اور بیکسوں پر نہ توڑ لیا گیا ہو تو اللہ جل مجدہٗ کے یہاں

سے حکم آیا کہ یہ مصیبت زدہ شیدائیانِ اسلام حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ وہاں کے بادشاہ نجاشیؓ کے یہاں ان کو امن و امان ملے گی۔ بحکم ربانی کے مطابق حضور صلعم نے ان کو ہجرت کا حکم دیا۔ اور انہیں کے ساتھ حضرت اُم حبیبہؓ بھی مع اپنے شوہر کے وطن مالوف کو الوداع کہتے ہوئے حبشہ کی طرف ہجرت کر گئیں۔ ان تمام آزمائشوں کے باوجود قدرت کو ابھی ایک اور آزمائش کرنا باقی رہ گئی تھی۔ یعنی وہاں پہنچنے کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد آپ کے محبوب شوہر اور سچے رفیقِ حیات حضرت عبداللہؓ وفات پا گئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ راجِعون مگر الحمدللہ کہ وہ اس میں بھی پوری اُتریں۔ اور زبان پر اُف تک لائیں شوہر کی وفات کے بعد ایک روز آپ نے خواب دیکھا کہ کوئی آپ کو بلا رہا ہے۔ آپ نے اس کی یہ تعبیر نکالی کہ آپ کا آنحضرت صلعم سے نکاح ہو گا۔

خواب سچا نکلا اور اس کے چند ہی روز کے بعد ایک عورت نے آپ کو حضور کا پیامِ عقد سنایا۔ اس سے آپ اس قدر خوش ہوئیں کہ اس عورت کو اپنا تمام زیور اُتار کر دیدیا۔ حضرت خالد بن سعیدؓ آنحضرت کی طرف سے وکیل مقرر ہوئے نجاشیؓ نے مجلس عقد منعقد کی اور حضرت جعفر طیارؓ نے نکاح پڑھا اور سو مثقال چاندی

پر نکاح ہو گیا۔

اس کے بعد آنحضرت صلعم نے حضرت شرجیل کو بھیج کر انکو حبشہ سے بلوا لیا اس وقت ان کی عمر تیس سال کی تھی۔ اس مبارک عقد میں آنے کے بعد اسلام کی اسقدر آپ نے خدمت کی کہ چند ہی دنوں میں حضور صلعم آپ سے بہت زیادہ محبت کرنے لگے اور محبوب ترین ازواج مطہرات میں آپ کا شمار ہونے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کر جانے کے بعد آپ نے اپنی ساری عمر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کیلئے وقف رکھی اور ہر ممکن طریقہ سے اسلام کی خدمت نہایت خلوص سے کرتی رہیں۔

بالآخر اللہ اور رسول کی اطاعت اور پیروی کرتے ہوئے اپنے بھائی معاویہؓ کے عہد حکومت میں سنہ ۴۲ھ یا سنہ ۴۴ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا اور مسلمانوں کے عام قبرستان جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت حفصہؓ

حضرت حفصہؓ حضرت عمرؓ ابن خطاب کی صاحبزادی ہیں۔ والدہ کا

نام زینب بنت مظعون تھا جو مشہور صحابی عثمان بن مظعون کی بہن تھیں۔ بعثت نبوی سے پانچسال قبل پیدا ہوئیں۔ پہلا نکاح خنیس بن حذافہ سہمی سے ہوا تھا۔ ماں باپ اور شوہر کے ساتھ اسلام قبول کیا۔ پھر شوہر کے ساتھ مدینہ کو ہجرت کی غزوہ بدر میں حضرت خنیس زخمی ہوئے اور اسی صدمے سے کچھ دنوں بعد انتقال فرما گئے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے اپنی صاحبزادی سے نکاح کی درخواست کی حضور نے قبول فرمائی اور نہایت سادگی سے نکاح ہو گیا۔

آپ سے ۶۰ حدیثیں مروی ہیں۔ آپ دین کی نہایت زیادہ ماہر تھیں اور حضور کو خاص طور پر آپ کی تعلیم کا خیال تھا ایک مرتبہ حضرت شفا آئیں تو فرمایا تم کو چیونٹی کے کاٹنے کا جو علم آتا ہے وہ انکو سکھا دو۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۶ صفحہ ۲۸۶)

اخلاق و عادات ابن سعد میں ہے۔

اِنَّھَا صَوَّامَۃٌ قَوَّامَۃٌ "آپ سخت روزہ رکھنے والیں اور سخت شب بیدار تھیں"

اصابہ میں ہے کہ آپ انتقال کے وقت تک روزہ دار رہیں

(اصابہ جلد ۸ صفحہ ۱۵۲)۔

اختلاف سے سخت نفرت تھی طبیعت میں صلح و صفائی کا عنصر غالب تھا۔ خشیت الٰہی اور تقویٰ و پرہیزگاری ان کا خاص جوہر تھا۔

وفات شعبان ۴۵ھ میں بزمانہ خلافت حضرت معاویہؓ انتقال فرمایا۔ حضرت ابوہریرہؓ جنازہ کو قبر تک لے گئے۔ آپ کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور (پہلے شوہر سے) بیٹے عاصم، قاسم، عبداللہ، حمزہ نے قبر میں اتارا۔ مروان نے نماز پڑھائی۔ اور اسطرح یہ آفتاب علم و عمل ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا

حضرت زینب بنت جحشؓ

زینب نام ام الحکم کنیت قریش کے خاندان اسد ابن خذیمہ کی چشم و چراغ تھیں۔ نبوت کے ابتدائی دور میں اسلام لائیں اُسد الغابہ میں ہے کانت قدیمۃُ الاسلام پہلا نکاح حضرت زید ابن حارثہؓ سے ہوا تھا زید غلام تھے اور یہ آزاد زادی لیکن حضورؐ نے عملاً ثابت فرما دیا کہ اسلامی مساوات کیا ہے اور اسلام دنیا میں کس لیے آیا ہے تقریباً ایک سال تک ساتھ رہیں لیکن پھر نبھ نہ سکی اور آپس

میں علیحدگی ہوگئی۔ بالآخر حضور نے عقد فرمالیا اور اب آپ ازواج مطہرات کے مقدس حلقہ میں تھیں۔ آپ کے نکاح کی چند خاص خصوصیات ہیں
۱۔ آپ کے لئے حکم نکاح ہوا۔ ۲۔ پردہ کا حکم ہوا۔ ۳۔ ولیمہ میں تکلف ہوا۔ ۴۔ متبنّٰی کی رسم قدیم کہ منہ بولا لڑکا اصل لڑکے کا حکم رکھتا ہے اُٹھ گئی۔ ۵۔ مساوات اسلامی کا نظارہ عملاً ظاہر ہوا۔ انہی وجوہ کی وجہ سے آپ دیگر ازواج پر عموماً فخر فرمایا کرتیں۔ (ترمذی صفحہ ۵۳۱)

حضور کو آپ سے اور آپ کو حضور سے انتہائی محبت تھی اور اس چیز میں آپ اور حضرت عائشہؓ تمام ازواج میں ممتاز تھیں۔
حضور نے ایک موقع پر فرمایا تم میں مجھ سے جلد وہ ملے گی جس کا ہاتھ لمبا ہوگا۔"

پھر ایسا ہی ہوا کہ حضور کے وصال کے بعد ازواج میں سب سے پہلے آپ ہی کا وصال ہوا کیونکہ سب سے زیادہ آپ ہی سخی اور فیاض تھیں ۵۳ سال کی عمر میں ۲۰ھ میں انتقال فرمایا اور سخاوت و فیاضی کا یہ چشمہ رواں ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

فضل و کمال راوی حدیث ہیں اور علوم نبوت کی رازدار ہیں حضرت ام سلمہؓ اگرچہ آپ کی سوکن ہیں۔ ارشاد

فرماتی ہیں۔

كَانَتْ زَيْنَبُ صَالِحَةً زینب نہایت نیک روزہ دار اور

صَوَّامَةً قَوَّامَةً۔ شب بیدار تھیں۔ (زرقانی)

حضرت عائشہ کا بیان ہے میں نے کسی عورت کو زینب سے زیادہ دیندار، خداترس، پرہیزگار، راست گفتار اور فیاض نہیں دیکھا (مسلم شریف صفحہ ۳۳۵)

بہت ہی زیادہ صابر اور قانع تھیں اپنے دست بازو سے معاش پیدا فرماتی تھیں اور اسے بھی راہ خدا میں دیدیتی تھیں۔

سخاوت کا یہ عالم کہ ایک حبہ بھی گھر میں رہنے نہیں پاتا یہی وجہ تھی کہ جب آپ کا وصال ہوا تو مدینہ کے فقیروں میں ہلچل مچ گئی اور غرباء کی دنیا اندھیری ہو گئی۔ یہ تھیں ازواج مطہرات اور یہ تھیں ان کی مقدس زندگیاں کاش ہماری محترم مائیں اور بہنیں ان سے سبق لیں اور اپنے قدموں کو اس طرف چلائیں جس طرف چل کر یہ برگزیدہ ہستیاں حیات ابدی اور منزل حقیقی کا راستہ صاف کر گئی ہیں پس ہے کوئی جو اپنی زندگی کو پاک کرے اور ایسا پاک کرے کہ اس کے مدمقابل کے لوگ بھی اس کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکیں۔

پس علوم نبوت حاصل کرو، تقویٰ وطہارت کو لباس بناؤ، اور

عبادت و ریاضت کے زیور سے اپنے کو آراستہ و پیراستہ کرو، اور اس دُنیا ہی میں جنت کا مزہ حاصل کرو کہ زندگی چند روزہ ہے اس کا کچھ اعتبار نہیں اور آخرت میں جو کچھ ہے وہی بہتر ہے اور وہی باقی رہنے والا ہے۔

بناتِ طاہرات

جگر گوشۂ رسولؐ حضرت زینبؓ

حضرت زینب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں، جب آپ صلعم کا سن مبارک ۳۰ سال کا تھا تو آپ پیدا ہوئیں نکاح ابوالعاص ابن ربیع سے جو آپ کے خالہ زاد بھائی تھے ہُوا، نبوت کے تیرہوئیں سال جب حضور نے ہجرت فرمائی تو آپ کے اہل وعیال مکہ ہی رہ گئے تھے، ان میں یہ بھی تھیں۔ غزوہ بدر میں آپ کے شوہر ابوالعاص کفار کی طرف سے شریک تھے، آخر گرفتار ہوئے اور اس شرط پر رہا ہوئے کہ مکہ جاکر حضرت زینب کو روانہ کر دینگے۔ یہ مکہ گئے اور اپنے بھائی کنانہ کے ہمراہ حضرت زینبؓ کو روانہ کر دیا۔ یہ تھی اس زمانہ کے کفار کی وفاداری۔ مقام ذی طویٰ میں ہبار ابن اسود نے آپ کو نیزہ سے اونٹ سے زمین پر گرا دیا جس کے صدمے سے آپ کا حمل ساقط ہو گیا۔

غرضیکہ حضرت زینبؓ کسی نہ کسی طرح مدینہ میں تشریف لائیں،
سنہ ۶ھ میں دوبارہ ابوالعاص گرفتار ہوکر آئے ابھی تک یہ مشرک
ہی تھے تاہم حضرت زینبؓ نے پناہ دی اس خُلق و مروت سے
آپ کے دل پر خاص اثر ہوا۔ آپ مکہ جاکر لوگوں کی امانتیں واپس
کر آئے اور صدق دل سے اسلام لے آئے حضورؐ نے پھر انہیں سے
تجدید نکاح اسی مہر اور انہی شرائط پر فرمادیا (زرقانی جلد ۳ صفحہ ۲۲۳)
سنہ ۸ھ میں انتقال فرمایا۔ حضرت ام ایمنؓ، حضرت ام سلمہؓ،
حضرت سودہؓ، اور ام عطیہؓ نے حضورؐ کے بتائے ہوئے طریقے پر غسل
دیا۔ حضورؐ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے ہی ہاتھوں اپنی لخت جگر
کو سپرد خاک کیا وقت تدفین حضورؐ کے چہرہ پُرانوار پر حزن و ملال کے
آثار نمایاں تھے۔ (مسلم شریف صفحہ ۳۴۶)

آپ نے دو اولاد چھوڑیں ایک کا نام علیؓ اور دوسرے کا نام
امامہ تھا۔

رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ

حضرت رقیہؓ

آپ حضرت زینب سے تین ۳ سال بعد یعنی سنہ ۳۳ ھ قبل

نبوت پیدا ہوئی تھیں - نہایت خوبصورت اور موزون اندام تھیں
زرقانی میں ہے -

کانت بارعة یعنی نہایت حسین تھیں -
الجمال - (زرقانی جلد ۳ صفحہ ۲۲۶)

پہلے ابولہب کے بیٹے عتبہ سے نکاح ہوا تھا - لیکن جب اسلام
آیا اور حضور نے تبلیغ فرمائی تو ابولہب نے اپنے بیٹے سے کہا اگر
تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑکی کو طلاق نہ دی تو میرا تیرے ساتھ
اٹھنا بیٹھنا حرام ہے یہ سنتے ہی اس نے حضرت رقیہ کو طلاق
دیدی - کچھ مدت بعد حضور نے ان کی شادی حضرت عثمان کے ساتھ
کردی -

جب حضرت عثمان نے حبش کی طرف ہجرت فرمائی تو یہ بھی
انکے ہمرکاب تھیں، ایک عرصہ کے بعد جب حضرت عثمان مکہ
واپس آئے تو اب پہلے سے بھی زیادہ مصائب اور آلام پیش آئے
لہذا دوسری بار پھر ہجرت فرمائی، عرصہ دراز تک حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کو انکی کوئی خبر نہ معلوم ہوئی تو آپ کو بیحد تشویش ہوئی مدت
بعد ایک عورت نے آکر خبر دی کہ میں نے ان دونوں کو خیریت سے
پایا ہے" حضور نے مسرت کا اظہار فرمایا دعا دی اور فرمایا

کہ حضرت ابراہیمؑ اور لوطؑ کے بعد عثمان پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی بیوی کے ساتھ ہجرت کی۔ (اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۴۵۷)

پھر جب حضور مدینہ منورہ ہجرت کر آئے تو یہ بھی اپنے خاوند کے ساتھ مدینہ تشریف لے آئیں۔ سنہ ۲ھ میں بدر کا مشہور معرکہ پیش ہوا اسوقت آپ سخت علیل تھیں کوئی تیماردار نہ تھا اسلیے حضور نے حکماً حضرت عثمان کو ان کی تیمارداری کے لئے رہنے دیا اور بدر میں انکا حصہ لگایا اور شرکاء بدر میں شمار فرمایا۔ اسی اثنا میں انکا انتقال ہو گیا حضور جب واپس تشریف لائے تو سخت رنج و ملال آپکو ہوا قبر پر تشریف لائے اور فرمایا عثمان ابن مظعون پہلے جا چکے ہیں اب تم بھی انکے پاس چلی جاؤ" یہ سنتے ہی عورتوں میں کہرام مچ گیا حضرت سیدہ فاطمہؓ قبر کے پاس بیٹھی تھیں، روتی جاتیں اور حضورؐ آنسو خشک فرماتے جاتے۔

اخلاق اخلاق و عادات کے متعلق صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ خدیجۃ الکبریٰ ایسی والدہ حضرت سیدہ جنت جن کی بہن، حضرت عثمان غنی جن کے شوہر اور آقائے دو عالم جن کے والد ہوں اور انہی بزرگ ترین ہستیوں کے درمیان جن کی زندگی گذری ہو وہ کیسے کچھ اخلاق کریمانہ اور صفات نکوتی کی حامل ہو نگی

اور کن انمول جواہرات سے انکا خزانہ اخلاق پُر ہوگا۔

حضرت اُم کلثومؓ

حضورؐ کی تیسری صاحبزادی ہیں۔ سنہ ۳ھ میں جب حضرت رقیہ کا وصال ہوگیا تو حضور نے آپؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ کا لقب ذو النّورین یعنی دو نور والے پڑ گیا۔ آپ بھی نہایت خوبرو اور حسین تھیں ایک دن آپ اپنے خاوند کے ساتھ تشریف فرما تھیں۔ حضور نے دیکھا تو فرمایا میں نے ایسا خوبصورت جوڑا کبھی نہیں دیکھا۔

شعبان سنہ ۹ھ میں وفات ہوئی، حضورؐ نے نمازِ جنازہ پڑھائی حضرت ابو طلحہؓ، حضرت علیؓ، حضرت فضل ابن عباسؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ نے قبر میں اُتارا۔ اسوقت حضورؐ کی چشمان مبارک سے آنسو رواں تھے اور چہرہ مبارک فرطِ غم سے رنجور۔

(طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۲۸)

مبارک ہیں وہ لوگ جو ان مقدس ہستیوں کو اپنا مشعلِ راہ بنائیں اور دُنیا بھی پائیں اور آخرت بھی پائیں۔

سیّدہ فاطمۃ الزہراؓ بنت محمد صلعم

اللہ کے رسول کی دختر ہیں فاطمہ
دنیا میں مہر و ماہ سے برتر ہیں فاطمہ

جس سال نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ خداوندی سے نبوّت اور آخری نبوّت کا درجہ ملنے والا تھا۔ اسی سال فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُم المومنین حضرت خدیجہؓ کے بطن مبارک سے پیدا ہو کر کائنات ارضی و سماوی کے ذرّہ ذرّہ کو مشرف فرمایا۔ آپ ابتدا ہی سے نہایت نیک باعصمت ذہین اور طبیعت کی تیز تھیں۔ لہو و لعب اور کھیل کود اور بری باتوں سے قدرتاً آپ کو سخت نفرت تھی بچپن ہی سے آپ کے چہرہ مبارک سے عظمت و عصمت بیع المترلی اور عالی حوصلگی کے آثار نمایاں تھے۔ صبر و شکر اور زہد و قناعت کے انمول جواہر اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی سے آپ کی فطرت کے اندر مرکوز فرما دیئے تھے غرضیکہ آپ محامد اور

محاسن حسنات اور خیرات کی ایک ایسی مکمل مجموعہ تھیں کہ جو اور عورتوں میں بالکل عنقا ہے۔

آپ نبی اُمّی صلے اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی لڑکی اور بالکل آخری اولاد ہیں۔ آنحضرت کو آپ سے فطرتاً اپنی تمام اولاد سے زیادہ محبت تھی۔ وہ آپ کو اس غائیت درجہ چاہتے تھے کہ ایک بار آپ کسی معزز مجمع کے سامنے کچھ پند و نصائح فرما رہے تھے۔ کہ اتفاقاً حضرت فاطمہؓ کا ادھر سے گذر ہوا۔ انتہائی محبت اور شفقت کی وجہ سے سلسلہ کلام بند کر کے آپ کھڑے ہو گئے اور بہت ہی پیار سے بلا کر انہیں اپنی چادر بچھا کر اپنے پاس بٹھا لیا۔ (حدیث)

اسی طرح جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابوجہل کی لڑکی سے نکاح کا پیغام بھیجا تھا اور آپ سے نکاح کی اجازت طلب کی تھی اس وقت بھی آپ نے جس محبت اور شفقت کا اظہار فرمایا تھا۔ اس کا انداز مندرجہ ذیل الفاظ سے ہو سکتا ہے:۔

آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ آل ہشام علی بن ابی طالبؓ سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ اور مجھ سے اجازت مانگتے ہیں لہذا انکو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں اس نکاح کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتا ہوں ہاں ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ علیؓ میری بیٹی فاطمہ کو

پہلے طلاق دیدیں پھر ان کو اختیار ہے۔ چاہے جس سے شادی کریں
یاد رہے فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو اسے تکلیف دیگا گویا اس
نے مجھے تکلیف دی۔ (اصابہ جلد ۸ صفحہ ۱۵۷)

اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہ کے جیتے جی کسی
دوسری عورت سے نکاح نہیں کیا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ آپ
آنحضرت صلعم تھے اس وقت آپ کے گرد بڑے بڑے صحابہ کرام
اور ازدواج مطہرات اعزا و اقربا سب موجود تھے۔ مگر ان سب
کے ہوتے ہوئے آپ نے حضرت فاطمہؓ کو بلوایا۔ اور چپکے سے
کان میں کہا جس سے وہ بے اختیار رونے لگیں اور پھر کچھ کہ
دیا جس سے کھل کھلا کر ہنس پڑیں۔ آنحضرت صلعم کی اس امتیازی
محبت سے سب کو رشک معلوم ہوا اور تھوڑی دیر بعد لوگوں نے
ہر ممکن طریقہ سے اس ہنسی اور یکبارگی رونے کا سبب دریافت کیا
مگر آپ نے نہ بتلایا بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے
بعد لوگوں نے پھر پوچھا اور بار بار اصرار کیا تو فرمایا کہ پہلے آنحضرت
نے یہ فرمایا تھا۔ کہ میں اس بیماری میں وفات پا جاؤں گا تو میں رو
پڑی اور پھر فوراً فرمایا کہ میرے اہل وعیال میں سے سب سے پہلے
تم مجھ سے ملو گی۔ تو میں ہنس پڑی تھی۔ (بخاری شریف)

جس طرح آنحضرتؐ کو آپ سے بیحد محبت تھی آپ بھی آنحضرتؐ پہ دل وجان سے فدا تھیں دین کے کل کائنات سے زیادہ وہ آپ کو چاہتی تھیں چنانچہ جب قیام مکہ کے زمانہ میں خانہ کعبہ میں عبادت کرتے ہوئے آنحضرتؐ کو کفار نے پایا تھا اس وقت آپ پر غلاظت ڈالدی تھی اور آپ کے گلے کو ان لعینوں نے چادر سے باندھ کر گھونٹنا چاہا تھا تو اس وقت باوجودیکہ آپ نہایت کم سن تھیں مگر ان جفاشعار سنگدل ظالموں کے نرغہ میں پڑ کر آپ کے گلے کو کھولا تھا اور غلاظت دور فرمائی تھی۔ (طبقات ابن سعد)

اسی طرح جب غزوہ احد میں آنحضرتؐ کو کفار سے کاری زخم پہنچا تھا چہرہ بالکل لہولہان ہوگیا تھا خود سر میں دھنس گیا تھا خون کسی طرح بند نہیں ہوتا تھا اسوقت بھی آپ مرہم پٹی میں نہایت بے جگری اور دلسوزی کے ساتھ مشغول تھیں جب آنحضرتؐ مرض الموت میں انتہائی بےچینی کیوجہ سے کروٹیں بدل رہے تھے اسوقت بھی حضرت فاطمہؓ آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمہ رواں کر کے اپنی انتہائی محبت کا ثبوت پیش کر رہی تھیں اٹھارویں سال ذی الحجہ ۲ھ میں آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کے ساتھ آپ کا نکاح کر دیا تھا حقیقتاً زندگی کا یہی وہ زمانہ ہوتا ہے جس میں حیات کے دیگر لوازمات اور دنیا کے کٹھن امور سے سابقہ پڑتا

ہے شوہر کی محبت، بچوں کی تربیت خانہ داری کا سلیقہ، غربت کی زندگی اور فقیرانہ معیشت میں بہت مشکل سے نصیب ہوتا ہے مگر حضرت فاطمہؓ نے اس حالت میں بھی ان تمام امور کو صرف بنا لیا ہی نہیں بلکہ ایسا کچھ کر دکھایا کہ آج دُنیا کی بڑی بڑی عورتیں اس سے درس عبرت حاصل کر رہی ہیں آپ تھیں تو انکی بیٹی کہ جن کے پاؤں تلے دُنیا کے کل خزانے تھے اور ان کی بیوی تھیں کہ جو شیر خدا تھے اور عالم کی نگرانی ان کے ہاتھ میں آنے والی تھی مگر غربت اور تنگدستی کا یہ عالم تھا کہ عمر بھر نہ کبھی پیٹ بھر روٹی نصیب ہوئی تھی اور نہ کام کرنے کیلئے کوئی نوکر تھا خود ہی گھر بھر کا کام اور شوہر کی خدمت اور بچوں کی تربیت کے فرائض انجام دیا کرتی تھیں آپ گھر کے کاموں میں اس قدر محنت و مشقت کیا کرتی تھیں کہ چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے تھے اور پانی لاتے لاتے نشانات پڑ گئے تھے کپڑا کبھی آپ نے عمدہ اور قیمتی تو درکنار زائد از ضرورت نہیں پہنا تھا بلکہ بیا اوقات ضرورت سے کم ہی پر اکتفا کرنی پڑی چنانچہ ایک بار آپ ایسا دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھیں کہ جس سے سر کو ڈھکتیں تو دیگر اعضا کھل جاتے اور اگر دیگر اعضا کو بند کرنا چاہتیں تو سر کھلا رہ جاتا۔ چنانچہ اسی حالت میں ایک روز آپ آنحضرت صلعم کے پاس کسی ضرورت سے تشریف لے گئیں مگر ہجوم کی وجہ سے واپس چلی آئیں یہ غربت اور

تنگدستی نے آپ کے رہنے کے مکان تک پر بھی اثر ڈالے بغیر نہیں رہ سکی۔ اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ عمر بھر اپنا ذاتی مکان نہ خرید سکیں۔ آج مسلمان اپنی حیثیت سے کہیں زائد قرض لے لے کر اور جائیدادیں فروخت کر کر کے جہیز وغیرہ میں اپنی لڑکیوں کی شادی میں کس قدر فضول خرچی سے کام لیتے ہیں ؟ مگر شہنشاہ کونین کی لڑکی کا جہیز اور مہر بھی سنتے جائیے کہ دو مٹی کے گھڑے ہیں۔ ایک چھاگل ہے، ایک بانوں کی چارپائی ہے، چمڑے کا ایک کھجور کی چھال سے بھرا ہوا گدا ہے، ایک مشک اور دو چکیاں۔ مہر کے متعلق جب حضرت علیؑ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس صرف ایک زرہ ہے آنحضرتؐ نے فرمایا بس وہی کافی ہے۔ اسی زرہ کو ۴۰ درہم پر فروخت کر کے شادی کے سارے انتظامات کیئے گئے تھے۔

یوں ہی کٹی ہے آلِ مطہرؑ کی زندگی ؎ یہ ماجرا ہے دخترِ خیر الانام کا

غرضیکہ اسی تکلیف و عسرت و ناداری کی حالت میں زندگی کے ۲۹ سال گزرنے کے بعد آنحضرتؐ کی وفات سے زخمی ہو کر کائنات عالم کی اس سیدہ نے خاکدان فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۵۲۴)

فضل و کمال | آپ کے مراتب بلند کا کیا لکھنا، حضور آقائے دو عالم

صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

كَفَاكَ مِنْ نِسَآءِ الْعَالَمِيْنَ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَآسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ (ترمذی شریف)	تم لوگوں کو تمام عورتوں میں تقلید کے لئے چار عورتیں کافی ہیں۔ مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد اور آسیہ زوجہ فرعون" (ترمذی شریف)

اور ایک موقعہ پر اعلان فرمایا۔

اِنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔	بیشک فاطمہ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ (طبرانی)

پس آپ کی سرداری ہر اُس خاتون کیلئے ہی، جو حیا، تابعداری شوہر، عبادت، زہد و تقویٰ، محبت خدا و رسول، اور اعلیٰ درجہ کے اخلاق، صبر، ثبات قدمی، رضائے مولیٰ، ایثار، قربانی اور قناعت میں آپ کی پیروی اختیار کرے گی

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْ لَنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى۔

باکمال صحابیات

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ

اسماء نام ذات النطاقین لقب حضرت صدیق اکبر کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت زبیر ابن العوام حواری رسولؐ کے عقد میں تھیں۔ پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ آپ کا مسلمانوں میں اٹھارواں نمبر تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ ہجرت کو چلے تو آپ نے سارا روپیہ حضرت صدیقؓ کے ساتھ کر دیا۔ اور ناشتہ کیواسطے رسی کی ضرورت تھی تو جلدی میں اپنے ازار بند کے دو ٹکڑے کر دیئے اور باندھ دیا، اس پر حضور کے دربار سے ذات النطاقین کا لقب ملا (صحیح بخاری جلد ۱)

جب ابو قحافہ حضرت ابوبکر کے والد گھر آئے، اور روپیہ دریافت کیا تو آپ نے کنکریاں جمع کر کے ایک تھیلی میں رکھ کر سامنے کر دیں کہ یہ ہیں۔ اسلئے کہ وہ نابینا تھے (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۳۵۰)

عام حالات حضرت عبداللہ آپ کے صاحبزادے ہیں، جو اسلام

میں سب سے پہلے لڑکے ہیں آپ کی پیدائش پر مسلمانوں میں خوشی ہوئی اس لئے کہ یہودیوں نے مشہور کر دیا تھا کہ ہم نے جادو کر دیا ہے۔ اب مسلمانوں میں اولاد نہ ہوگی۔

حضرت عبداللہ جب بڑے ہوئے تو اپنے جوہروں سے بنو امیہ کے زمانہ میں خلیفہ بن گئے اور یزید کی حکومت خطرہ میں پڑھ گئی آخر جب شامی لشکر غالب آیا اور آپ محصور ہوگئے تو حضرت اسماء اپنی والدہ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے، پوچھا کیسا مزاج ہے فرمایا بیمار ہوں۔ آدمی کو موت کے بعد آرام ملتا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ تم لڑ کر قتل ہو تو میں صبر کروں یا فتح پاؤں اور آنکھوں کو ٹھنڈا کروں۔ ابن زبیر مسکرا کر چلے گئے اور لڑے والدہ کی آرزو پوری کی۔ ظالم حجاج نے آپ کی لاش سولی پر لٹکا دی۔ تین دن کے بعد حضرت اسماء اپنی لونڈی کے ساتھ لاش پر آئیں دیکھا کہ بیٹے کی لاش لٹکی ہے۔ یہ اندوہگیں نظارہ دیکھا اور صبر و استقلال کی تصویر بن گئیں، بولیں ابھی تک یہ سوار گھوڑے سے نہیں اترا (استیعاب جلد ۲ صفحہ ۳۶۶)

فضل و کمال آپ سے ۵۶ احادیث مروی ہیں۔ اور بڑے بڑے صحابہ اور تابعین آپ کے شاگرد ہیں۔

آپ اسلامی خلق کا مجسمہ تھیں، نہایت صابرہ تھیں، جس پر جوان سال،

جوان صحت بیٹے کی شہادت کا واقعہ شاہد عدل ہے ۔ نہایت عبادت گذار تھیں ۔ عموماً سارا وقت عبادت و ذکر میں گزرتا تھا ۔ حد درجہ خوددار اور حق گو تھیں ۔ حجاج جیسے ظالم کے سامنے بھی حق گوئی سے باز نہ رہتی تھیں ۔ نہایت متواضع تھیں ، اپنے گھر کے کام خود ہی کرتیں ، حضرت زبیر نے گھوڑا پال رکھا تھا اس کی خوراک کے لیے تین میل روز جاکر چارہ لاتیں اور اپنے ہاتھ سے اسے تیار کر کے کھلاتی تھیں آخر حضرت ابو بکر نے اس تکلیف کے پیش نظر ایک غلام دیا تب مصیبت دفع ہوئی ۔ (بخاری شریف) نہایت فیاض تھیں ایک بار ایک گھر یکبارگی خیرات کر دیئے تھے۔ (بخاری شریف)

نہایت شجاع تھیں ۔ ایک نازک موقعہ پر آپ خنجر لے کر باہر نکلیں اور فرمایا اگر کوئی چور آئے گا تو میں اس کا پیٹ چاک کر دونگی ۔ (طبری جلد ۱۳) ۔

شروع میں تنگدستی کی وجہ سے آپ ناپ تول کر خرچ کرتیں حضور نے فرمایا تو ناپ تول کر خرچ نہ کیا کر ورنہ خدا بھی ایسا کریگا۔" جب سے آپ کی عادت بدل گئی اور اس درجہ فیاض ہو گئیں جس کی مثال اوپر گذر چکی ہے ۔

آپ نہایت زاہد تھیں ، جس کا اثر یہ تھا کہ محلہ کی عورتیں ہی نہیں بلکہ دور دور سے لوگ آیا کرتے اور دعائیں کراتے اور پانی دم کرا کر

لے جاتے۔ مریض پر چھڑکتے، مریض شفا پاتا۔ (مسند احمد حنبل جلد ۶ صفحہ ۲۴۶)

وفات بیٹے کی شہادت کے وقت آپ بیمار تھیں۔ مگر آپ نے دعا کی تھی کہ اے خدا جب تک میں اپنے بیٹے کی لاش حق کی تائید اور باطل کی مخالفت میں نہ دیکھ لوں، موت نہ آئے چنانچہ شہادت اور لاش دیکھنے کے تین دن کے بعد آپ نے بھی وفات پائی، یہ جمادی الاولی ۷۳ھ کا واقعہ ہے اور اس وقت آپ کا سن شریف سو سال کا تھا۔

کاش آج کی خواتین اس کی ادنی مثال بھی پیش کریں تو قوم مسلم کا بیڑا پار ہوتا۔ رضی اللہ تعالی عنہا، وصلوات اللہ علیہا کثیرا کثیرا۔

حضرت خنساءؓ

حضرت خنساء شعر و شاعری میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھیں اور ساتھ ہی شجاعت و شہامت میں بے مثل تھیں۔ تماضر نام، خنساء لقب، قیس کے قبیلہ کی روشن چراغ تھیں، پہلا نکاح رواحہ بن عبد العزیٰ جو قبیلہ بنو سلیم سے تھے ہوا تھا ان کے انتقال کے

بعد مرداس بن ابو عامر سے ہوا، آپ نجد کی رہنے والی تھیں، جب آپ کو خبر ہوئی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں، تو آپ نے مکہ میں حاضر خدمت ہونا چاہا مگر قبیلہ کے بعض لوگوں کی مخالفت کیوجہ سے آپ حاضر نہ ہو سکیں پھر جب حضور مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ قبیلے کے چند لوگوں کے ساتھ حاضر ہوئیں اور حضور کے دست مبارک پر اسلام لا کر مشرف بکمال ہوئیں، حضور دیر تک آپ کے اشعار سنتے رہے اور اس ادب و بلاغت اور جوہر و کمال پر حیرت کا اظہار فرمایا گئے۔ (اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۴۴۱)

اسلام سے عشق و محبت

اسلام سے آپ کو جو عشق و محبت تھی اس کا اندازہ صرف اس واقعہ سے ہوگا

حضرت عمرؓ کے زمانے میں ۱۶ھ میں جب سلطنت ایران سے جنگ ہوئی تو آپ بیتاب ہوگئیں اور اپنے چاروں جوان سال بچوں عبد اللہ زید، معاویہ، عمرو کو لے کر جنگ میں شریک ہوگئیں۔ جنگ کا بگل جب بجا تو آپ نے اپنے چاروں بچوں کو بوسہ دیا اور ان مبارک اور مقدس الفاظ سے خطاب فرمایا پیارے بچو تم نے اسلام اور ہجرت اپنی خوشی سے اختیار کی، ورنہ تم اپنے ملک پر بھاری نہ تھے وہاں قحط پڑا تھا، مگر تم نے اپنی بوڑھی ماں کو فارس میں لا ڈالا ہے۔ تم

ایک ماں ایک باپ کی اولاد سے ہو میں نے تمہارے باپ سے خیانت نہیں کی اور نہ تمہارے ماموں کو رسوا کیا تم کو معلوم ہے کہ دنیا ختم ہونے والی ہے اور کفار سے جہاد ثواب عظیم ہے خدا نے فرمایا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا — اے مومنو! صبر کرو اور صبر کی تلقین اور جہاد کے لئے مضبوط رہو۔
پس تم تیاری کرو اور آخر تک لڑتے رہو۔ ——

(اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۴۴۲)

لڑکے لڑے اور اس شان سے لڑے کہ جنت سدھار گئے بوڑھی اور ضعیف ماں کو جب اس کی اطلاع ملی تو اب بجائے واویلا کرنے کے سجدۂ شکر بجا لائیں۔ (اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۴۴۲)

فضل و کمال

اسد الغابہ میں ہے

اَجْمَعَ اَهْلُ الْعِلْمِ بِالشِّعْرِ اَنَّهٗ لَمْ تَكُنْ امْرَاَةٌ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا اَشْعَرَ مِنْهَا — تمام اہل علم شعراء نے اتفاق کر لیا ہے کہ خنساء کے برابر کوئی عورت شاعر نہیں ہوئی۔ (صفحہ ۴۴۲)

حضرت خنساء کا زبردست دیوان ہے جو یورپ میں کئی زبانوں میں اصل و ترجمہ کے ساتھ چھپ چکا ہے قدرت کا یہ عجیب عطیہ ہے کہ

شعر و شاعری کے ساتھ وہ بہادری عطا ہوئی تھی جس کی مثال سوا تاریخ اسلام کے کہیں نہیں ملتی ہے، نہایت عبادت گزار اور صاحب کمال تھیں۔ اپنی ساری دولت خدمت اسلام میں لُٹا چکی تھیں ۲۴ھ میں آپ نے وفات پائی۔

حضرت اُمّ رُومان

نام کُنیت اُم رومان ہے۔ اور سلسلہ نسب اُم رومان بنت عامر بن عومیر بن عبد شمس بن طعاب بن اذینہ بن سبیح بن دہمان بن حارث بن غنم بن مالک ابن کنانہ ہے۔

آپ آغاز نبوت سے قبل مکہ میں پیدا ہوئیں والدین نے آپ کا نام کچھ اور رکھا تھا۔ مگر آج دُنیا آپ کو ام رومان ہی کے نام سے پکارتی ہے۔

بچپن ہی سے ظاہری حسن و جمال کے ساتھ ساتھ خصائل حمیدہ اور اوصاف محمودہ کے آثار بھی نمایاں طور پر آپ میں موجود تھے۔ اس کا نتیجہ تھا کہ آپ اسی وقت سے عمدہ چیزوں کی طلب و جستجو میں سرگرداں اور بری چیزوں سے نفرت کیا کرتی تھیں۔ بزرگوں کی

خدمت کا جذبہ اس قدر تھا کہ ہاڑ پگھلا دینے والی گرمی ہوتی یا سردیوں کی برفانی سردی ہر حال اور ہر وقت آپ اپنے والدین کی خدمت اطاعت میں مصروف رہا کرتیں۔ مہمان نوازی عرب کا خاصہ تھا۔ مگر آپ کے اندر شروع سے ہی یہ صفت کچھ اس طرح موجود تھی کہ جس نے آپ کو آپ کی دیگر ہمجولیوں اور سہیلیوں پر ممتاز بنا دیا تھا چنانچہ اکثر اوقات آپ سے اس صفت کا ظہور بھی ہوا کرتا تھا محلہ کی لڑکیوں کو بلا لایا کرتیں اور ان کو دعوت دیا کرتی تھیں آپ کے اس دستور کو دیکھ دیکھ کر ماں باپ اور عزیز و اقربا بہت خوش ہوا کرتے تھے آپ بہت زیادہ رقیق القلب بھی تھیں۔ کسی کو رنج و غم اور مصیبت میں نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ محلہ میں اگر کوئی بیمار پڑا آپ نہایت دلسوزی سے اس کی تیمار داری کرتیں۔ اور جب تک کامل شفا نہ ہو جاتی دن رات میں نہ معلوم کتنے چکر لگایا کرتی تھیں فیاضی اور سخاوت کا یہ عالم تھا۔ کہ گھر سے جو کچھ خرچ ملتا اسے بچا بچا کر محلہ کے نادار اور مفلس بچوں اور بچیوں میں تقسیم کر دیا کرتیں۔ گھر پر اگر کوئی سائل آجاتا تو کسی طرح سے اسے خالی ہاتھ نہیں جانے دیتیں۔

نکاح

جب آپ جوان ہوئیں۔ اور سن شعور کو پہنچیں تو مکہ کے ایک رئیس عبداللہ بن حارث کے ساتھ آپ کے والدین نے

شادی کر دی۔ شادی کے بعد ہی آپ نے اپنے شوہر کے گھر بھر کا کام دھندا اپنے سر اٹھا لیا۔ اور شوہر کی خدمت و اطاعت میں مصروف ہو گئیں۔ کچھ دنوں کے بعد عبداللہ سے آپ کے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام طفیل رکھا گیا۔ یہ لڑکا بہت ہی ذہین اور ہوشیار تھا۔ اور یہی حضرت ام رومانؓ کا اب سرمایہ محبت تھا۔ اور وجہ وابستگی تھا۔ کیونکہ عبداللہ بن حارث نکاح کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد انتقال کر گئے تھے۔ اور اب گھر میں ایک بیوہ ام رومانؓ اور یتیم طفیل بن عبداللہ کے سوا کوئی نہ تھا۔ عبداللہ بن حارث کا قبیلہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حلیف تھا۔ اسلئے حضرت ابو بکرؓ نے خود پیام دے کر اُنسے شادی کر لی۔ آپ اپنی قابلیت اور اطاعت و فرمانبرداری کی وجہ سے چند ہی دنوں میں صدیق اکبرؓ کی روحانی محبت کا مرکز بن گئیں۔

اسلام | اسی زمانہ میں کوہ حراء سے کفر و شرک اور جہالت کے پے در پے تاریک پردوں کو چیرتا ہوا آفتاب نبوت طلوع ہوا جس کی سب سے پہلی کرن آپ کے محبوب شوہر صدیق اکبرؓ پر پڑی۔ اور کچھ ہی دنوں کے بعد آپ بھی نور اسلام سے منور ہو گئیں۔

شوہر کی ہجرت | اسلام کے ظاہر ہوتے ہی کفار نے اسلام اور

شعائرِ اسلام اور مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھانے شروع کر دیئے
تھے مگر جب ان کا جور و ظلم حد سے تجاوز کر گیا۔ تو بحکم الٰہی آنحضرتؐ
نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمانے کا قصد کیا۔ اور ٹھیک دوپہر
کے وقت اپنے سب سے زیادہ محبوب اور باوفا دوست حضرت ابوبکرؓ
کے مکان میں تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے میرے مالک نے ہجرت
کرنے کا حکم دیا ہے"۔ یہ آخری الفاظ زبان سے نکلنا تھا۔ کہ فوراً
حضرت ابوبکرؓ بول اٹھے کہ اور مجھے یا رسول اللہ؟ آنحضرت نے جواب
دیا ہاں تم کو بھی۔ اس پر انہوں نے اللہ تعالےٰ کا بہت زیادہ شکر
ادا کیا اور ہجرت کی تیاری ہونے لگی۔ اور ایک خاص وقت میں
وہ اور آنحضرت صلعم مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

ہجرت

مگر جب اسلام کو ذرا تقویت ہوئی اور مسلمانوں کی
تعداد میں اضافہ ہوا تو حضرت ابوبکرؓ نے ابورافعؓ اور
عبداللہ کو مکہ بھیجکر اپنے اہل وعیال کو مدینہ بلوا لیا۔ یہاں آکر آپ
آنحضرت صلعم نیز ان کے آل و اصحابؓ کی خدمت میں اپنا سارا وقت
گذارا کرتیں۔ گھر بھر کا کاروبار بچوں کی تعلیم اور تربیت شوہر کی
خدمت و عظمت اس پر صحابہ کرامؓ کے رنج و اندوہ میں شرکت یہ صرف
آپ ہی کا کام تھا۔ آپ سے جہانتک ہوتا غریب اور نادار

مسلمانوں کو کھانا کھلایا کرتی تھیں ۔ چنانچہ ایک روز اصحاب صفہؓ کا جو نادار گروہ تھا اسکے چند افراد آپ کے مکان پر تشریف لائے آپ نے فوراً حسب استطاعت بہترین کھانا تیار کر کے باہر کھانے کے لئے بھیجدیا ۔ مگر چونکہ حضرت ابو بکرؓ کہیں تشریف لے گئے تھے ۔ اسلئے انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا ۔ جب وہ آئے تو آپ نے ان سے کل ماجرا بیان کر دیا ۔ بالآخر تمام مہمانوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھانا کھایا ۔ مگر اس پر بھی اتنی مقدار اس میں برکت ہوئی کہ پہلے سے سہ گنا زیادہ ہو گیا ۔ حضرت ام رومانؓ نے اُسے آنحضرت صلعم کی خدمت میں بھجوا دیا ۔ یوں ہی ایک مدت تک آپ نے اپنے محبوب شوہر حضرت صدیقؓ کے ساتھ زندگی گذاری اور بالآخر ۹ سنہ کے بعد اس خاکدان فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کر گئیں ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

آپ کی عظمت و مرتبت کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے بنفس نفیس انکو قبر میں اتارا اور جب نعش قبر میں رکھی گئی تو یہ الفاظ ارشاد فرمائے ۔

مَن شَاءَ اَن یَنظُرَ اِلَی امْرَأَۃٍ مِّنَ الحُورِ العِینِ فَلْیَنظُرْ اِلَی اُمِّ رُومَانَ ؓ	جو شخص عورتوں میں حور عین کو دیکھنا چاہے وہ ام رومان کو دیکھ لے ۔

آپ نہایت نیک اور پارسا بھی تھیں جب سے مشرف باسلام ہوئیں اس وقت سے ساری عمر اسلام ہی کی خدمت اور اطاعت میں بسر کی آپ چونکہ آنحضرتؐ کی خوشدامن تھیں۔ اسلئے وہ آپ کی عظمت فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ کو بھی آنحضرت صلعم دُنیا کی کل کائنات سے محبوب تھے۔

حضرت فاطمہؓ بنت اسدؓ

آپ کا نام فاطمہؓ اور آپ کے والد کا نام اسد تھا آپ کا سلسلہ نسب تیسری پشت میں ہاشم بن عبد مناف سے مل جاتا ہے آپ مکہ میں پیدا ہوئیں اور وہیں آخری عمر تک زندگی بسر کی جب آپ سن شعور کو پہونچیں قبیلہ کے ایک نوجوان معزز سردار ابو طالب بن عبد المطلب سے آپ کا نکاح ہوا۔ شادی کے تھوڑے عرصہ کے بعد آپ کے بطن سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پیدا ہوئے آپ پہلی عورت ہیں جن سے ہاشمی لڑکا پیدا ہوا چنانچہ مشہور محدث علامہ حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ۔

اَوَّلُ هَاشِمِيَّةٍ وَلَدَتْ یہ پہلی ہاشمی خاتون ہیں جن سے

ھَاشِمِیًّا ۔

ہاشمی اولاد پیدا ہوئی ۔"

خدمات جلیلہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد ابوطالب کے سایۂ عاطفت میں آئے تو حضرت فاطمہؓ بنت اسد آپ کے ساتھ نہایت لطف و کرم کرتیں اور آپ کے اور آپ کے راحت و آرام پہنچانے کے لئے جو ممکن خدمات آپ سے ہو سکتی تھیں انجام دینے میں دریغ نہیں کرتی تھیں ۔ چنانچہ ایک روز آنحضرت صلعم اپنے کثیر حلقۂ احباب و اصحاب میں بیٹھے گفتگو فرما رہے تھے کہ درمیان میں آپ کا تذکرہ آگیا تو فرمانے لگے کہ

لَمْ یَکُنْ اَحَدٌ بَعْدَ اَبِیْ طَالِبٍ اَبَرَّ بِیْ مِنْهَا ۔

کہ ابوطالب کے بعد حضرت فاطمہؓ سے زائد اور کوئی مجھ پر شفیق و مہربان نہ تھا ۔

اسلام کوہ حرا سے جب آفتاب رسالت اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ ریز ہوا اس وقت انکے کاموں میں شریک رہا کرتیں اور حتی الامکان ان کے آرام کا لحاظ فرمایا کرتیں ۔

وفات آپ اب بوڑھی ہو گئی تھیں اسی اثنار میں آپ بیمار پڑیں

اور چند روز بیمار رہ کر اس دار فانی کو الوداع کہتی ہوئی عالم جاودانی کیطرف سدھار گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کفن کیلئے آنحضرت صلعم نے اپنی قمیص مبارک عنایت فرمائی اور قبر تیار ہونے کے بعد آپ اس میں لیٹ گئے لوگوں نے تعجب سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ ابوطالب کے بعد مجھ پر انسے زیادہ اور کوئی مہربان نہ تھا۔ انہوں نے میری بہت ہی خدمت کی تھی۔ اس لئے میں نے انہیں اپنی قمیص پہنا دی کہ جنتی لباس پہننے کو ملے اور قبر میں لیٹ گیا تاکہ ہر طرح کے عذاب سے محفوظ رہیں"

اولاد آپ کی متعدد اولادیں پیدا ہوئیں مگر ان میں حضرت جعفرؓ، حضرت علیؓ، عقیلؓ اور ام ہانیؓ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ کہ ان کی وجہ سے اسلام کو بہت مدد ملی ہے۔

فضائل ومناقب آپ کے فضائل بے شمار ہیں دُرِّ منثور میں ہے کہ

فَاطِمَۃُ هٰذِہٖ نَعَمَا فَضَائِلُ مَشْهُوْرَۃٌ "یہی فاطمہؓ ہیں کہ جن کے فضائل و وَمَآثِرُ مَشْكُوْرَۃٌ مَذْكُوْرَۃٌ فِیْ كُتُبِ التَّارِیْخِ مناقب کتب تاریخ میں مذکور ہیں"

آپ کے انہیں فضائل کی بناء پر آنحضرت صلعم آپ کو دیکھنے تشریف لے جایا کرتے تھے اور بسا اوقات آرام بھی آپ ہی کے

یہاں فرمایا کرتے تھے۔

مجاہدۂ اسلام حضرت خولہؓ

اگر اسلام کے مرقعہ کو غور سے دیکھا جائے تو مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کی بہادری کی بھی تصویر نظر آتی ہے۔ وقت ضرورت عورتوں نے ہر کام میں مردوں کا ساتھ دیا ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ جنگ میں شریک رہی ہیں۔ دشمنوں اور کافروں سے لڑی ہیں۔ چنانچہ حضرت خولہؓ شام اور مصر کی فتوحات میں برابر اپنے بھائی ضرارؓ کے ساتھ لڑائی میں شامل رہی ہیں۔ فوج کے سب سرداران کی ہمت و جرأت کے قائل تھے خصوصاً سپہ سالاران لشکرِ اسلام حضرت خالدؓ اور ابو عبیدہؓ تو بہت ہی قدردان تھے۔

گو حضرت خولہؓ بالکل نوعمر لڑکی تھیں۔ مگر غیر معمولی ہمت و جرأت غیرت و حمیت اور عقل ذہانت رکھتی تھیں۔ اور انہیں خصائل کی وجہ سے سب کو عزیز تھیں۔ جب یرموک کی لڑائی ہو رہی تھی۔ تو حضرت خولہؓ اور مسلمان عورتوں کے ساتھ ایک جگہ کھڑی ہوئی تھیں۔ ایک دن بہت سخت معرکہ ہوا کافر عورتوں کی طرف بڑھے عورتیں جھٹ

باہر نکل آئیں۔ اور کافروں سے لڑنے لگیں۔ انہیں کچھ نیچ قوم کی عورتیں بھی تھیں جو بھاگنے لگیں۔ حضرت خولہؓ کو بہت غصہ آیا وہ جوش کے ساتھ کہنے لگیں۔ کہ تم ہماری جماعت سے نکل جاؤ۔ تم ہمارے ساتھ رہنے کے قابل نہیں ہو تم ہم کو بزدل بناتی ہو۔ ہمارے نام پر بزدلی کا دھبہ لگاتی ہو۔ جاؤ تم لوگ بھاگ جاؤ۔ تمہارا ہمارے پاس کچھ کام نہیں ان عورتوں نے ہاتھ جوڑے اور قسم کھائی اب ایسا قصور نہ ہوگا۔ مر جائیں گی لیکن اس جگہ سے نہ ہلیں گی۔ حضرت خولہؓ لڑتے لڑتے سخت زخمی ہوگئی تھیں مگر نہایت جانفشانی اور تندہی سے لڑتی جا رہی تھیں۔ ساتھ ہی ساتھ پرجوش الفاظ سے اپنی ہمراہیوں کا دل بڑھاتی اور ہمت دلاتی جاتی تھیں یکایک ایک کافر کی تلوار ان پر پڑی اور یہ بہت سخت زخمی ہوگئیں۔ تمام جسم خون سے نہا گیا ایک دوسری مسلمان عورت نے اس کافر کو قتل کر ڈالا اور ان کو میدان جنگ سے خیمے میں اٹھا لے گئی۔ جب شام کو مسلمان میدان جنگ سے واپس آئے تو حضرت خولہؓ نے مشک لیکر سب کو پانی پلایا اور اپنے زخم کی بالکل پرواہ نہ کی ایک دفعہ کا واقعہ ہے۔ کہ حضرت خولہؓ مع کچھ مسلمان عورتوں کے تھوڑی سی فوج کے ساتھ جا رہی تھیں

اچانک دشمنوں کی فوج نے جوان سے کہیں زیادہ تھے۔ حملہ کر دیا مسلمان عورتیں بھی مردوں کے ساتھ بہت جانبازی سے لڑیں مگر کفار چھ گنے تھے۔ فوج کفار کی زیادتی تعداد کے سبب سے شکست ہوئی اور سب گرفتار ہو گئے کفار اپنی اس اتفاقاً کامیابی پر بہت شاداں و فرحاں ہوئے۔ اور سب عورتوں کو ایک مضبوط و محفوظ خیمہ میں بند کیا حضرت خولہؓ کو اس ناکامی پر بہت رنج ہوا انکی غیرت و حمیت کس طرح برداشت کر سکتی تھی۔ کہ وہ قیدی بن کر رہیں انہوں نے بہت جوش و خروش سے سب مسلمان عورتوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ بہنو! کیا تم قیدی بن کر رہو گی کیا تم یہ برداشت کرو گی۔ کہ سب لوگوں میں تمہاری بزدلی کا چرچا ہو کیا تم میں سے غیرت اور حمیت چلی گئی۔

یہ سن کر سب عورتیں جوش میں آگئیں۔ اور ایک نے کہا کہ اے خولہؓ ہم موت سے نہیں ڈرتے بارہا ہماری آزمائش ہو چکی ہے اور ہم اپنی شجاعت دکھا چکی ہیں۔ افسوس کہ اسوقت ہمارے ہاتھوں میں تلوار نہیں ہے ورنہ ان کافروں کو دکھا دیتے۔ کہ دیکھو ہم سے بھی کچھ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ خولہؓ نے کہا ہتھیار نہیں ہے کچھ پرواہ نہیں ہے کچھ غم نہیں ہے۔ ہاتھ تو ہیں اسی قید خانہ سے ہتھیار کا کام

لو پھر خیموں کی میخیں نکال لیں۔ چوبیں اکھاڑ لیں۔ اور دشمنوں پر حملہ کریں۔ سب نے ایسا ہی کیا اور چوبیں و میخیں لے کر باہر نکلیں جو سپاہی نظر پڑا سب پر وار کیا کوئی زخمی ہوا کوئی مر گیا تمام میں ہلڑ مچ گیا سردار نے سوال کیا کہ اس سے تمہارا کیا مطلب ہے عورتوں نے نہایت دلیری کے ساتھ جواب دیا۔ کہ مارنا اور مرنا یہ کہہ کر بڑے زور شور سے حملہ کیا اور بہت سے کافروں کو جان سے مار ڈالا۔ سردار نے خوف زدہ ہو کر اور گھبرا کر سپاہیوں کو حملے کا حکم دیا سپاہی تلواریں اٹھا کر دوڑے اور لگے قتل کرنے یہ بہادر عورتیں خالی ہاتھ اور کافر زرہ ہتھیار سے سجے ہوئے مگر وہ ایسی ہمت و مستعدی سے لڑتی رہیں۔ جیسے خیمے سے نکلی تھیں۔ وہ ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹتی تھیں۔ یہ سب اپنی جانوں سے ناامید ہو چکی تھیں۔ کہ یکایک مسلمان سردار بہت سی فوجیں لے کر آگئے اور اللہ اکبر کا نعرہ مار کر حملہ کیا پہلے ہی حملے میں کفار پسپا ہو گئے۔ اور گھبرا کر بھاگ گئے۔ مسلمان سب عورتوں کو لے کر واپس آگئے۔ اللہ اللہ کیا جوش و خروش تھا اور کس قدر ہمت والی عورتیں تھیں مردوں کو دکھا دیتی تھیں کہ دیکھو ہم بھی تم سے کسی بات میں کم نہیں ہیں دمشق کے محاصرہ میں اور مسلمانوں کے ساتھ حضرت ضرار بھی قید ہو گئے یوں تو سب بہنیں اپنے بھائی

کو چاہتی ہیں اور ان سے محبت رکھتی ہیں۔ مگر حضرت خولہؓ اپنے بھائی کو بیحد چاہتی تھیں انکی ذرا سی تکلیف انکو گوارا نہ تھی۔ جنگ میں اگر خود زخمی ہوتیں تو کچھ پرواہ نہ کرتیں مگر جب ضرارؓ زخمی ہو جاتے۔ تو بہت بیقرار ہو جاتیں۔ اور رو رو کر دعائیں مانگتیں کہ الٰہی میرے بھائی کو اسلام کی خدمت کے لئے سلامت رکھ انکی جان میری جان سے زیادہ قیمتی ہے۔ کیونکہ وہ مجھ سے کہیں زیادہ اسلام کی خدمت کر سکتے ہیں۔ چنانچہ جب ان کی گرفتاری کی خبر سنی تو از حد بیقرار ہوئیں۔ اور جب تک اپنے بھائی کو چھڑا نہ لائیں۔ انہیں چین نہ آیا جنگ میں دونوں بہن بھائی ساتھ ساتھ لڑتے گھوڑے سے گھوڑا ملائے رکھتے۔ اور کہتے کہ اگر ہم میں سے کوئی قتل ہوا تو حشر میں ملاقات ہوگی۔

نہ ہراس ہے نہ ناامیدی وگھبراہٹ ہوتی نہ پریشانی نہایت اطمینان سے جنگ میں رہا کرتی تھیں۔ یہ خاتون دنیا میں اپنی بہادری اور ہمّت کا افسانہ خوب چھوڑ گئی ہیں۔ خدا اپنی بے شمار رحمتیں ان پر نازل کرے۔

ایک بزرگ صحابیہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس عالم کو اپنے اللہ کا پیام سنا کر
پھر اس سے جا ملے تھے۔ آپ پر ایمان لانے والے بزرگ ترین مسلمانوں
یعنی صحابہ کرام کا زمانہ تھا یہ کیا تھے اس کا جواب بہت لمبا ہے مگر مختصر
یہ جاننا چاہیئے کہ اپنے رسول کے ایسے پیارے اُمتی اور تابعدار
کہ خود زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف
فرمائی اور قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا کہ

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ۔ اللہ اُن سے خوش ہوا وہ اللہ سے ۔

(قرآن حکیم) ان کی مقدس بیبیاں جن کو صحابیات کہا جاتا ہے وہ
بھی اس تعریف میں شامل ہیں۔ سبحان اللہ جن کی تعریف خود خالق کائنات
فرما رہے ہوں اُن کی بڑائی بزرگی اور تعریف کا کیا پوچھنا۔ کیا کچھ
مرتبہ ہوگا اس عہد کا ایک واقعہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک مرتبہ ارشاد فرمایا تھا۔ کہ جس کسی مسلمان مرد یا عورت کے
تین کم سن بچے مر جائیں۔ وہ جنتی ہے ایک خاتون کو جب معلوم
ہوا تو دوڑی ہوئی آئیں اور کہا یا رسول اللہ! جس کے دو بچے
انتقال کر جائیں؟ آپ نے فرمایا اور ہاں وہ بھی جنتی ہے ایک

صحابی اور کھڑے تھے۔ انہوں نے عرض کیا اور جس کا ایک ہی بچہ فوت ہوا ہو؟ آپ نے فرمایا کہ وہ بھی جنتی ہے۔ اور یہ سب جنت میں ملیں گے۔ اللہ سے ضد کر کے اپنے گنہ گار ماں باپ کو جنت میں لے جائیں گے۔ (روایت ابن حنبل)

تھوڑی دیر میں ایک بزرگ اور آئے اور عرض کیا کہ جس کی کوئی اولاد بچپن میں نہ فوت ہوئی ہو اس کا کیا حکم ہے آپ نے فرمایا کہ اس کے لئے میں ہوں۔ (مسند ابن حنبل)

یعنی میں اس کو شفاعت کے ذریعہ جنت میں لے جاؤں گا اللہ اللہ کیا شفقت ہے حضور کو اپنی اُمت کے ساتھ؟

حضور کے پردہ کر لینے کے بعد صحابہ کرامؓ اسلام کی تبلیغ کے لئے دور دور نکل گئے۔ مدینہ میں ایک بزرگ صحابیہ تھیں ان کے شوہر بھی اس پاک مقصد کے لئے باہر تشریف لے گئے تھے۔ جاتے وقت انہوں نے اپنے دو خورد سال بچوں کو چھوڑا تھا۔ یہ بچے ان کو بہت ہی محبوب تھے مگر اللہ کے دین کی تبلیغ ان کو اس سے بھی محبوب تھی کئی سال تک وہ نہ آسکے اُدھر بیوی بھی کچھ مایوس سی ہو چلیں کہ شاید کسی غزوہ میں کام آگئے ہوں جب کبھی اس نیک خاتون کا جی گھبراتا تو بچوں کی طرف نگاہ کر کے دل کو خوش کر لیتیں اور خدا کی یاد سے دنیا وی

تکالیف کافور ہو جاتیں ایک عرصہ اسی بیکسی اور تکلیف میں گزارا آخر
خبر آئی کہ بچوں کا باپ زندہ ہے اور فلاں تاریخ تک آجائے گا
ادھر اس صحابی کو بھی اپنے بال بچوں سے ملنے کی بیحد آرزو تھی لیکن یہ
سوچ کر کہ جس کام میں ہوں وہ سب سے اہم ہے اور عنقریب ان
سے ملونگا تسلی ہو جاتی ۔ ایک دن دوپہر کا وقت تھا یہ صحابی ایک عرصہ
کے بعد وطن آگئے ۔ بیوی نے صورت دیکھتے ہی نہایت بشاشت
سے استقبال کیا ہاتھ پیر دھلائے اور کھانا کھلانے میں مصروف
ہو گئیں انہوں نے سب سے پہلے بچوں کا سوال کیا بیوی نے عرض
کیا پہلے کھانا کھاؤ انہوں نے ذرا آرام کرنے کو کہا ۔ انہوں نے
پھر وہی سوال کیا اور بڑے اصرار سے سوال کیا تب اس مقدس بیوی
نے کہا کہ میں تم سے ایک سوال کرتی ہوں کیا تم صحیح جواب دوگے؟
اگر کوئی تمہارے پاس امانت رکھ دے کیا اس کو اپنی امانت کی واپسی کا
حق ہے کہ نہیں؟ آپ نے فرمایا ہر وقت اور ہر لحظہ پھر کہا کہ اگر اس پر
تم رنجیدہ ہو جاؤ؟ تو آپ نے فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ تو امانت تھی ۔
امانت کی ادائیگی میں رنج و فکر کیسا؟ اس کے بعد بیوی انکو دوسرے
حجرہ میں لے گئیں ایک چٹائی پر سفید چادر پڑی تھی وہ الٹ دی دو
خوبصورت معصوم تو نہال مردہ پڑے تھے ۔ یہ منظر دیکھ کر باپ

کے آنسو نکل آئے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اُس کی امانت تھی اس نے لے لی۔ اب یہ تم کیسا ہمارا کہتے ہو ہم نے سنا کہ ہمارے رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جس کسی مسلمان مرد یا عورت کے کم سن بچے مر جائیں وہ جنتی ہیں۔ یہ سنکر اُنہوں نے کہا بیشک ہم سنا و صدقنا اور صبر و شکر ادا کیا اور ظہر کی نماز میں مشغول ہو گئے۔ محلہ والوں کو آنے کی اور اس واقعہ کی اطلاع تھی انکا خیال تھا کہ اب شاید اس گھر سے کہرام مچے گا مگر یہاں اللہ کی پاکیزگی کا بیان اُس کی حمد اور بڑائی ہو رہی تھی توحید کے ترانے گائے جا رہے تھے۔ صبر و رضا اور تسلیم کے وعظ ہو رہے تھے۔ اللہ اللہ کیا مبارک تھے وہ مسلمان اور کیا ہی مقدس اور برکت والا تھا وہ دور!

حضرت اسماء بنت یزید

آفتاب نبوت اپنی پوری تابانی کے ساتھ سارے عالم کو جگمگا کر غروب ہو چکا ہے۔ اس آفتاب سے سب سے زیادہ روشنی حاصل کرنیوالے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عہد خلافت ہے۔ شوریدہ پشتوں نے آفتاب نبوت کے غروب ہوتے ہی ہر طرف سے سر بلند کرنا شروع کر دیا ہے۔ کوئی زکوٰۃ

کو روکنے کی انتہائی کوششیں صرف کئے دے رہا ہے کسی نے ارتداد کا فتنہ کھڑا کر دیا ہے۔ اور مسیلمہ کذّاب وغیرہ مدعیان نبوت نے اسلام کے خلاف اپنا باقاعدہ محاذ جنگ قائم کر رکھا ہے۔ غرضیکہ بڑا پُر آفت ہے۔ اور انتہائی آزمائش اور امتحان کا زمانہ ہے۔ ادھر اسلام کے سچے فدائی اور ایمان کے حقیقی شیدائی کفر اور اس کی پوری طاقتوں کا اپنی انتہائی قوتوں سے مقابلہ کرنے میں مصروف ہیں۔ مرد تو مرد بچے اور عورتیں بھی دن رات یہی دعائیں کرتے ہیں کہ خداوند اپنے پیارے اسلام کی کوئی حقیر خدمت ہم نا اہلوں سے بھی لے اور ہم کو بھی موقع عنایت فرما کہ ہم بھی تیرے پیارے دین پر اپنا وار قربان ہو کر ابدی اور دائمی زندگی حاصل کریں کیونکہ تو نے فرمایا ہے

لَا تَقُولُوا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِي	جو لوگ اللہ تعالےٰ کی راہ میں
سَبِيْلِ اللهِ اَمْوَاتٌ بَلْ	مارے گئے ہیں ان کو مردہ نہ کہو
اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ	کیونکہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن تم لوگ

نہیں جانتے !!

غرضیکہ فدائیت اور قربانی کا عجیب عالم ہے۔ بچے مسجد نبوی میں جا جا کر تنہائی میں اپنے بھولے بھالے اور معصوم دلوں سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں۔ اس حالت میں کبھی اپنی پیشانی رگڑتے ہیں

اور کبھی مچلتے ہیں اور کبھی ننھے ننھے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر آنکھوں
میں آنسو بھر لاتے ہیں۔ اور اپنے مالک اور خالق سے خوب خوب ضدیں
کرتے ہیں۔ قدرت ان کے جوش و خروش دیکھ کر صرف مسکرا دیتی ہے
عورتیں ہیں کہ وہ اسلام کی محبت میں گھلی جا رہی ہیں۔ بس ہر ایک
کی یہی خواہش ہے کہ بارگاہ خلافت کی طرف سے حکم جہاد ہو۔ اور یہ
فوراً چل کھڑی ہوں۔ ان میں سب سے زیادہ جنکو جہاد کا شوق تھا
اور جو ہر وقت اس کیلئے بے چین اور بے قرار نظر آتی تھیں حضرت
اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا تھیں آپ یوں تو ہر قسم کے اخلاق
اور فضائل سے آراستہ اور پیراستہ تھیں اور بہترین صفات کی مالکہ
تھیں لیکن سب سے زیادہ جو چیز آپ میں نمایاں تھی وہ آپ
کی شجاعت اور بہادری تھی۔ ان کو باطنی خوبیوں کے ساتھ قدرت
نے ظاہری خوبیوں سے بھی خوب خوب نوازا تھا۔ قد لانبا جسم
سڈول اس پر لمبے لمبے سیاہ بال پڑے ہوئے پھر چہرہ کی خوبصورتی
اور نورانیت اور قدرتی رعب و جلال ان سب چیزوں نے فطرتاً آپ
کو اسقدر بارعب اور باعظمت بنا دیا تھا کہ عورتیں
تو عورتیں مرد اور بڑے بڑے بہادر مرد آپ کے نام سے لرزتے
تھے۔ رات کا وقت تھا آسمان پر تارے بکھرے ہوئے تھے

سارا سنسار نیند کی گود میں مست استراحت تھا۔ اور فضاء میں عجیب
سکوت اور خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اسلام کی یہ شیرنی اُٹھتی ہے
سُنت نبوی کی پیروی میں سورۃ آل عمران کے آخری رکوع کی
اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ
النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ... تا ... اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۝
تک آیات نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ آسمان کی طرف دیکھ کر
تلاوت کرتی ہے۔ وضو کرتی ہے۔ اور اس خاموش اور پُر
فضاء عالم میں کسی کی یاد میں مست اور کسی کی تسبیح و تہلیل میں مشغول ہو
جاتی ہے۔ اسوقت ہر طرف خاموشی چھائی ہے۔ اور کسی کی
آواز نہیں آتی۔ ہاں کسی کسی وقت سسکیوں کے ساتھ ایک چٹائی
پر سے یہ آواز ضرور آجاتی ہے۔ اے مالک اے خالق اور اے
سارے جہان کے پالنہار اسلام پر بڑا ہی سخت دور آگیا ہے اس
موقع پر اگر تو نے اپنے پیارے دین اور اپنے محبوب مسلمانوں کی مدد نہ کی
تو پھر تیرا نام لینے والا قیامت تک کوئی نہ ہوگا میرے مولیٰ! کیا اپنی
اس حقیر ترین اور گنہگار بندی سے بھی کوئی خدمت لی جائے گی؟ جبکہ
سارے نوجوان اسوقت تیرے نام پر فدا اور قربان ہو ہو کر ؎

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق … ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

کا عملی ثبوت اور روحانی درس دے رہے ہیں۔ آقا میرے پیارے آقا! مجھے بھی کوئی ایسا موقع دے کہ میں تیرے نام کی بلندی اور تیرے پیارے اسلام کی حفاظت میں اپنے جسم کے ریزے ریزے کرا سکوں یا پھر ایسی فتح پاؤں کہ جو ایک زمانہ کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہو۔ مولیٰ میرے مولیٰ . . . ایک موقع ضرور عنایت فرما"
ابھی یہ جملہ ختم بھی نہ ہونے پایا تھا کہ آنکھوں سے آنسوؤں کا سمندر اُبلنے لگتا ہے اور ہچکیاں بندھ جاتی ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد یہ دُعا لفظ بلفظ مقبول ہوتی ہے۔

شام کا وقت ہے سورج اپنی سنہری کرنوں سے کائنات کے ذرّہ ذرّہ کو چمکا رہا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے ساری چیزوں کو سونے کی قبائیں اُڑھا دی ہیں۔ ہوا فرا تیزی کے ساتھ چل رہی ہے اسی میں بہت بلندی پر ایک سبز رنگ کا پھریرا اُڑتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ جس پر ہلالی شکل کا ایک دائرہ بنا ہوا ہے اور اسکے بیچ میں نہایت ہی جلی حروف سے "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ" لکھا ہوا ہے۔ اسی جھنڈے کے پیچھے ایک عظیم الشان لشکر ایک ترتیب کے ساتھ ایک خاص ولولہ اور ایک خاص جذبہ کے ماتحت نہایت تیزی کے ساتھ بڑھتا ہوا

چلا آ رہا ہے ۔ پہاڑیوں کے نشیب و فراز میں اس متوالے لشکر کا چڑھنا
اور اُترنا کچھ عجیب بہار دکھا رہا ہے ۔ اس لشکر کے وسط میں اونٹوں
پر بڑے بڑے سیاہ غلافوں سے ملفوف کچھ محمل بھی نظر آ رہے
ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ اس کے اندر کچھ عورتیں بھی ہیں اور
وہ بھی لڑنے جا رہی ہیں ۔

یرموک کا میدان خونخواری کا خوفناک منظر دیکھنے کے لئے تڑپ
رہا ہے ایک طرف اسلامیوں کی فوجیں اپنے خیمے لگائے پڑی ہیں
اور دوسری طرف رومی جوان سے تعداد میں کہیں بڑھ کر اور آلات
واسلحہ میں کہیں زیادہ آراستہ و پیراستہ نہایت شان و شوکت
کے ساتھ خیمہ زن ہیں ۔ ظہر کی نماز کے بعد اس طرف سے اللہ اکبر کی
آوازیں اور فریق مخالف کی جانب سے ناقوس اور گھنٹوں کی
صدائیں شروع ہو گئیں جس کے صاف معنیٰ یہ تھے کہ جنگ کے لئے تیار
ہو جاؤ ۔ اِدھر قاریوں کی خوش الحان آوازیں آیات جہاد کی تلاوت
میں مصروف اور اُدھر پادری اور مذہبی رہنما مذہب کی قسم دہرا
دہرا کر نوجوانوں کو اُبھار رہے تھے ۔ اس طرف صرف تیس ہزار
نہتے مسلمان محض اپنے مالک کے بھروسہ پر حکم جنگ کا انتظار کر رہے
تھے ۔ اور اُدھر ایک لاکھ سے بھی زائد جنگجو سپاہی اور آلات جنگ سے

میں ڈوبے ہوئے نوجوان اپنی کثرت اور طاقت پر اکڑ رہے تھے غرضیکہ آج چیونٹی اور ہاتھی کا مقابلہ تھا مگر چیونٹی بھی تھی تو کس کی...؟ اور کس مقصد کے لئے آئی تھی...! غرضیکہ جوں جوں وقت گزرتا جاتا تھا جانبین میں ایک اضطرابی کیفیت طاری ہوتی جاتی تھی۔ خیر اللہ اللہ کر کے انتظار ختم ہوا اور لڑائی کا حکم تکبیر کے فلک شگاف نعروں میں ملا جس سے وحشت وجبل دہل گئے لیکن نتیجہ ظاہر تھا۔ پہلے ہی حملہ میں مسلمان پسپا ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔ اور رومی مسلمان عورتوں تک پہنچ گئے۔ یہ دیکھ کر اسلام کی شیرنی کو تاب ضبط نہ رہی اور غصہ کے مارے سراپا آگ نظر آنے لگی۔ اسی وقت اس نے اپنی بہنوں کو مخاطب کر کے ایک مختصر سی تقریر کی جس کے بعض الفاظ یہ ہیں؟

"بہنو! اللہ نے ہمیں اسلام دیا ہم اس سے پھرے نہیں۔ ہم کو قرآن دیا ہم نے اس سے منہ نہیں موڑا۔ اب وقت آیا ہے اس پر عمل کرنے کا کیا ہم اس سے روگرداں ہو جائیں گے...؟ آوازیں آئیں نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔"

اور یہ کہہ کر اسمار خیمہ کی میخ اکھاڑ کر مسلح اور فوجی افسروں پر جھپٹ پڑتی ہیں اور شجاعت و بہادری کی وہ مثالیں پیش کرتی ہیں۔ کہ جس سے دنیا آج بھی حیران اور ششدر ہے۔ یعنی ایک

آن کی آن میں اس اسلام کی شیرنی نے تو بہادر رومیوں کو خاک و خون میں تڑپا دیا۔ اسلام کی باعزت فوج نے جب یہ منظر دیکھا تو عرقِ ندامت میں ڈوب گئی اور ابھی اس نے قسم کھا کر ایسا حملہ کیا کہ رومی بری طرح شکست یاب ہوئے ۔ اسلامی فوج میں آج شادیانے بج رہے ہیں۔ اور ہر شخص خوشی اور مسرت کا مجسمہ نظر آرہا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ جس کو خوشی ہے وہ کوئی جوانمرد مجاہد نہیں بلکہ نحیف اور نازک مجاہدہ ہے جس کا نام اسماء بنت یزیدؓ ہے۔ کیونکہ اس نے آج وہ کام کیا ہے۔ جس پر فرش سے لیکر عرش تک کی مخلوق مرحبا اور صلِّ علیٰ کے ترانے گا رہی ہے۔ اور اسی خوشی میں ساری کائنات اپنے خالق کی حمد و ثنا میں مصروف اور اس کے سجدۂ شکر میں مشغول ہے۔!!

کاش پھر کوئی شیرنی پیدا ہوتی جو باطل کا مقابلہ کر کے حق کو فتحیاب کرتی۔!!

حضرت زینب بنت علیؓ رضؓ

اللہ کے رسول ہمارے آقا و مولیٰ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم جب

اس دنیا سے تشریف لے جانے لگے تو اپنی اُمت کو مخاطب فرما کر فرمایا کہ اے لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر تم نے انکو مضبوطی سے پکڑا تو تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن حکیم اور ایک اپنے (اہلبیت)" دوسری روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ میری سُنّت"

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگرچہ میں جا رہا ہوں مگر تمہاری ہدایت کا بہت بڑا سامان چھوڑ رہا ہوں۔ اس میں سب سے بڑھ کر قرآن حکیم ہے اور پھر میری سُنّت اور اسکے بعد میری جسمانی و روحانی آل و اولاد یعنی علماء حق اور اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ انکو دیکھ کر اسلامی تعلیم سیکھنا اور عمل کرنا۔

آج کی مجلس میں ہم چاہتے ہیں کہ اولاد رسول صلعم میں سے ایک اسلامی شجاعت اسلامی تہذیب اور اسلامی رنگ میں رنگی ہوئی با عزت صد ہزار عزت و احترام خاتون کی زندگی کا کچھ تذکرہ کریں جس سے ہمارے ایمان تازہ ہوں۔ اور اللہ ہم کو بھی ان کی پیروی کی توفیق بخشے تاکہ فتنوں بھری دنیا میں اس مصیبت بھرے عالم میں ہم بھی ایک گونہ آرام حاصل کر سکیں میری مراد ان سے حضرت زینب ہیں جنکے والد ماجد حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور والدہ ماجدہ خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا ہیں

آپ حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کی حقیقی بہن ہیں۔ آپ کی شادی آپ کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب کے ساتھ ہوئی۔ اور ان سے آپ کے چار صاحبزادے علی عون (اکبر) عباس محمدؓ، اور ایک صاحبزادی ام کلثوم ہوئیں جب آپ کے بھائی حضرت حسین رضؓ کربلا میں شہید کر دیئے گئے تو آپ نے اپنا سر مبارک خیمہ سے باہر نکالکر باآواز بلند کچھ اشعار پڑھے جن کا حاصل یہ تھا۔ اگر قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم سے یہ سوال کر بیٹھیں کہ کیا تم کو میری اولاد کے ساتھ یہی سلوک کرنا چاہیئے تھا۔ کہ ان کے ساتھ قتل وغارت کا معاملہ کر کے خاک وخون میں نہلا دیا جائے کیا میری خیر خواہی اور ہدایت کا یہی معاوضہ ہے۔ جو تم نے میری اولاد کو اذیت دے کر پورا کیا تو بتاؤ کیا اس دن تمہارے پاس انکا کیا جواب ہوگا۔

کتاب نور الابصار میں خزیمہ اسدی سے منقول ہے۔ کہ میں ۶۱ھ میں کوفہ گیا۔ تو مقام مدینہ میں امام زین العابدینؓ سے جب کہ وہ کربلا سے ابن زیاد کے پاس کوفہ جا رہے تھے ملاقات ہوئی۔ کوفہ کی عورتوں کا حال یہ تھا کہ گریبان چاک کئے ہوئے نوحہ وشیون کر رہی تھیں۔ امام زین العابدینؓ رضی اللہ عنہ ان سے فرماتے تھے۔ کہ اے اہل کوفہ آج تم ہم پر ماتم کر رہے ہو۔ لیکن یہ تو بتلاؤ کہ ہم کو یہاں بلا کر اس بلا

میں مبتلا کس نے کیا۔ اور حضرت زینبؓ کے متعلق فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم کسی پردہ نشین عورت کو میں نے ان سے زیادہ فصیح البیان نہیں دیکھا گویا کہ وہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے خطیبانہ اندازِ بیان کی یاد تازہ کر رہی تھیں۔ انہوں نے لوگوں کو اشارہ فرمایا کہ خاموش ہو جاؤ جب لوگ چپ ہو گئے تو آپ نے فرمایا۔

اے اہلِ کوفہ! عذر و نصرت سے ہاتھ کھینچ کر اب رو رہے ہو۔ خدا کرے تمہارے آنسو کبھی نہ رکیں اور نالہ و شیون کبھی نہ کم ہو۔ تمہارا حال مثل اُس بیوقوف عورت کے ہے جس نے نہایت جانفشانی کے ساتھ دن بھر نہایت مضبوط سوت بٹا اور شام کو توڑ ڈالا تم نے یقیناً اپنے عہد توڑ دیئے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ تم لوگ گنتی میں تو بہت ہو لیکن بہت سے کم ہو۔ تم لوگ نہایت کمزور اور جلد باز ہو۔ تم لوگوں کے قلوب پر بغض و کینہ کی بیماری ہے۔ چاپلوسی میں لونڈیوں سے بدتر ہو تم لوگوں کا حال بعینہ یہ ہے۔ کہ جیسے گھوڑے کی چراگاہ یا خاک آلود چاندی کے ذرات۔ آگاہ ہو جاؤ تم نے نہایت زبردست گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ خدا کرے تم ہمیشہ روؤ اور کبھی ہنسنا نصیب نہ ہو۔ مجھے یقین ہے کہ تم اپنی اس حرکت میں پانی کی کیچڑ کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ تمہارا مقصود وہی فرزندِ رسول

گوہرِ معدنِ رسالت اپنے برہان کے وارث مدار اور اپنی مشعل ہدایت اور جوانانِ جنت کے سردار کے خون کی دلدل میں پھنسنا تھا۔ اے اہلِ کوفہ! بربادی ہو تمہارے لئے تم نے نہایت نامعقول حرکت کی اپنے پروردگار کو بھی ناخوش کیا اور عذابِ الٰہی میں بھی گرفتار ہو گئے کیا تم جانتے ہو کہ تم نے کس باعزت فرزند رسولؐ کو شہید کیا۔ اور محترم بنات رسولؐ کو کیا بے پردہ کیا ہے۔ یقیناً تم نے نہایت سفیہانہ کارروائی کی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اس کی وجہ سے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ اور زمین پھٹ جائے اور پہاڑ سرنگوں ہو جائیں۔

یقیناً تم نے زمانہ بھر کی بے حیائی و بے شرمی کو مات کر دیا۔ میرا خیال ہے کہ آسمان سے خون کی بارش ہو جائے۔ تو عجب نہیں لیکن یاد رکھو آخرت بھی کوئی چیز ہے۔ اور اس دن بڑی رسوائی ہو گی اور نہ تم جہنم سے چھٹکارا حاصل کر کے عذابِ الٰہی سے نجات پا سکو گے بیشک کائنات کا پالنہار بڑے غور سے ہر بات کا ملاحظہ کر رہا ہے۔ اس فصیح و بلیغ خطبہ کے بعد حضرت زینبؑ خیمہ میں چلی گئیں۔ راوی کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت زینبؑ نے تقریر ختم کی ہے لوگوں نے اپنے سر اور ڈاڑھی کے بال نوچ ڈالے۔ ایک پیر دیرینہ سال تو اس قدر

روپا کہ آنسوؤں سے اس کی ساری ڈاڑھی تر ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ شخص حضرت زینبؓ کے قریب آکر عرض کرنے لگا کہ اے بنت رسولؐ آپ پر میرے ماں باپ فدا ہو جائیں آپ کے خاندان کے بوڑھے آپ کی اُمت کے تمام بوڑھوں سے بہترین اور آپ کے خاندان کے جوان تمام جوانوں میں بہتر ہیں۔ خدا آپ کی نسل کو ہمیشہ پھلا پھولا رکھے۔

جب کوفہ کی طرف سے جانے لگے تو حضرت زینبؓ کہنے لگیں کہ اے محمدؐ آپ کے اوپر آسمان کے فرشتے درود پڑھیں۔ دیکھئے یہ حسینؑ خاک و خون میں لتھڑے ہوئے دست و پا بریدہ پڑے ہیں۔ انکی لڑکیاں قید کر لی گئیں۔ اور اولاد قتل کر دی گئی۔ ان پر خاک اُڑ رہی ہے حضرت زینبؓ کے اس شیون کو سن کر دوست و دشمن سب رونے لگے جب آپ کو ابن زیاد کے سامنے لے جایا گیا۔ تو آپ اس قدر معمولی کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ کہ کوئی شناخت نہیں کر سکتا تھا عبداللہ بن زیاد نے دریافت کیا۔ کہ یہ کون عورت بیٹھی ہوئی ہے۔ مگر آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس طرح اس نے تین دفعہ پوچھا مگر آپ نے کسی مرتبہ بھی جواب نہیں دیا۔ مگر آپ کی لونڈیوں میں سے کسی نے بتایا۔ کہ یہ زینبؓ بنت علیؑ ہیں۔ اس نے کہا شکر

ہے جس نے تم کو رسوا کیا۔ اور تمہارے مردوں کو قتل کیا اور تمہاری آبرو مٹا دی۔ حضرت زینبؓ جواب دیتی ہیں۔

اس اللہ کا شکر ہے جس نے ہماری محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے توقیر کی اور ہم لوگوں کو خوب پاک کیا یقیناً بہت جلد تجھ کو رسوائی اور ذلت کا منہ دیکھنا پڑیگا۔ ابن زیاد پھر ہنس کر کہتا ہے کہ تمہارے خاندان والوں کے ساتھ اللہ تعالٰے نے کیا معاملہ کیا۔ وہ جواب دیتی ہیں کہ اللہ تعالٰے نے انکو شہادت عنایت کی اور کیا کیا ؟ اس گفتگو سے ابن زیاد کو غصہ آگیا اور کہنے لگا کہ تمہارے خاندان کے گمراہ سرکش اور نافرمان کے قتل سے میرا غصہ ٹھنڈا ہوگیا۔ یہ سن کر حضرت زینبؓ رو دیں۔ اور فرمانے لگیں۔ خدا کی قسم تو نے ہمارے خاندان والوں کو قتل ، اور مستورات کو بے پردہ - اور بچوں کو نیست و نابود کیا۔ اگر اسی سے تیرے انتقام کی پیاس بجھ سکتی ہے تو ضرور تو نے اپنی پیاس کو بجھا لیا۔ پھر ابن زیاد نے اُنسے کہا تم یقیناً نہایت بہادر ہو اور خدا کی قسم تمہارے باپ بھی بہادر تھے۔ حضرت زینبؓ اس پر بھی چپ نہ ہوئیں۔ اور کہنے لگیں کہ ایک عورت کو شجاعت سے کیا تعلق ہے۔

پھر ابن زیاد امام زین العابدینؓ کی طرف متوجہ ہوا اور اُن سے

پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے انہوں نے جواب دیا۔ علی ابن حسینؑ (امام زین العابدینؑ کا نام ہے) پھر اس نے کہا کیا علی ابن حسینؑ شہید نہیں ہوئے۔ یہ خاموش رہے تو اس نے دریافت کیا کہ چپ کیوں ہو گئے۔ یہ سن کر وہ جواب دیتے ہیں۔ کہ میرے دوسرے بھائی کا نام بھی علیؑ ابن حسینؑ تھا مگر وہ اس معرکہ میں شہید ہو گئے۔

یہ سنکر ابن زیاد نے کہا کہ اللہ کی قسم تم بھی انہیں لوگوں میں سے ہو یعنی تمہاری موت کا بھی وقت آگیا ہے۔ پھر ابن زیاد نے ایک شخص سے کہا کہ ذرا تحقیق کرو یہ لڑکا ابھی جوانی کی حد کو پہنچا ہے یا نہیں۔ چنانچہ مری بن معاذ الاحمر نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ جوان ہو گئے ہیں۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان کو بھی قتل کر دیا جائے۔ یہ سن کر امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ جب مجھے بھی شہید کر دو گے تو پھر ان عورتوں کی کون نگہداشت کرے گا۔ یہ سنکر حضرت زینبؓ امام زین العابدینؑ سے لپٹ گئیں۔ اور ابن زیاد سے پوچھنے لگیں اے ابن زیاد جو کچھ ہو چکا کیا وہ تجھ کو کافی نہیں ہے؟ کیا تیری پیاس ہمارے خونوں سے ابھی تک بجھی نہیں؟ کیا ہمارے خاندان کا ایک شخص بھی باقی رکھنا نہیں چاہتا۔ یہ سنکر بے ساختہ امام زین العابدینؑ کو لپٹا لیا اور ابن زیاد سے کہا کہ اگر تو مسلمان ہے۔ اور انکو قتل کرنا چاہتا ہے تو انکے ساتھ مجھ کو بھی قتل

کردے امام زین العابدینؓ نے فرمایا کہ اے ابن زیاد اگر تیری ان عورتوں سے کوئی قرابت ہے۔ تو ان کے ہمراہ کسی پرہیزگار آدمی کو کردے کہ وہ بہ نباہ نے اخوت سفر میں ان کے ہمراہ رہے ابن زیاد نے تھوڑی دیر حضرت زینبؓ کیطرف دیکھا پھر کہا کہ رشتہ بھی عجیب چیز ہے۔ خدا کی قسم میرا گمان ہے کہ اگر میں امام زین العابدینؓ کو قتل کردوں تو حضرت زینبؓ کو بھی یہی مرغوب ہوگا کہ وہ خود بھی ان کے ساتھ قتل ہو جائیں۔ اچھا اس لڑکے کو چھوڑ دو کہ وہ اپنی عورتوں کے ساتھ چلا جائے۔ جب اسیران کربلا ملک شام میں یزید کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ امام حسینؓ کا سر مبارک اس کے سامنے رکھا ہوا ہے۔ حضرت فاطمہؓ اور حضرت سکینہؓ نے اونچی ہو ہو کر سر مبارک کو دیکھنا چاہا اور یزید کا یہ خیال کہ یہ سر مبارک کو نہ دیکھ سکیں۔ لیکن جب انہوں نے سر مبارک کو دیکھا تو چلا چلا کر رونے لگیں۔ ان کے رونے کی وجہ سے یزید کے گھر میں نالہ و شیون کی آواز بلند ہوگئی۔ حضرت معاویہؓ کی صاحبزادیاں بھی بیقرار ہوگئیں۔ حضرت فاطمہؓ نے جو حضرت سکینہؓ سے عمر میں بڑی تھیں۔ فرمایا افسوس ہے کہ آج رسول اللہ کی بیٹیاں یزید کی قید میں ہیں۔ یہ سن کر یزید نے کہا کہ اے میری بھتیجی تم لوگوں کے ساتھ جو معاملہ پیش آیا۔ میں اس کو نہایت ناپسند کرتا

کی نظر سے دیکھتا ہوں۔

پھر حضرت فاطمہؑ نے فرمایا کہ ہمارے پاس اب ایک ہار تک بھی نہیں باقی رہا سب لوٹ لیا گیا۔ یزید نے پھر کہا کہ جو کچھ تمہارا مال و اسباب لوٹا گیا ہے۔ میں اس سے بہت زیادہ تم لوگوں کو دیدونگا۔ اتنے میں کسی شامی نے کھڑے ہو کر یزید سے کہا امیر المومنین فاطمہؑ کو مجھے بخش دیجئے۔ یہ سن کر حضرت فاطمہؑ نے حضرت زینبؑ کا دامن پکڑ لیا اور کھینچنے لگیں۔ حضرت زینبؑ نے فرمایا کہ اے بدنصیب تو یہ کیا کہتا ہے نہ یہ تجھ کو مل سکتی ہے اور نہ یزید کو۔ یہ سن کر یزید کو غصہ آگیا اور اس نے کہا کہ خدا کی قسم اگر میں چاہوں تو اس لڑکی کو اپنے لئے خاص کر سکتا ہوں۔ حضرت زینبؑ نے جواب دیا خدا کی قسم ہرگز نہیں جب تک جان میں جان ہے یہ نہیں ہو سکتا۔

یزید نے غضبناک ہو کر کہا کہ ایسا سخت مجھ کو جواب دیتی ہو حضرت زینبؑ نے برجستہ جواب دیا کہ اللہ تعالٰی نے میرے باپ بھائی اور نانا کے دین کی وجہ سے تجھے اور تیرے باپ دادا کو ہدایت دی۔ یزید نے کہا کہ اے دشمنِ خدا تو جھوٹ بولتی ہے حضرت زینبؑ نے فرمایا کہ تو بادشاہ ہو کر گالی بکتا ہے۔ اس وقت تیرے پنجہ ظلم میں ہم لوگ گرفتار ہیں جو تیرا جی چاہے کہلے

اس کلمہ سے یزید شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔ ان واقعات سے
حضرت زینبؓ کی شجاعت کا بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا.....
حضرت زینبؓ کی قبر شریف کے متعلق اختلاف ہے بعض لوگوں
کا خیال ہے کہ دمشق میں ہے۔ اور بعض لوگ مصر میں بتلاتے ہیں اور
یہی زیادہ مشہور ہے۔ مصر میں حضرت زینبؓ کے مزار کے متعلق ایک
بہت بڑا وقف بھی ہے۔ مزار کے متعلق ایک مسجد بھی ہے بیان
کیا جاتا ہے۔ کہ اس مسجد سے بہتر ملک مصر میں دوسری مسجد نہیں ہے
بہر حال آپ نے ظلم کے مقابل جس شجاعت اور پامردی کا ثبوت
دیا ہمارے لئے باعثِ عبرت ہے ؟

خاندانِ نبوّت
اور دیگر صحابیاتؓ کا طرزِ معاشرت

صحابیاتؓ اپنے کام خود ہی انجام دیا کرتی تھیں۔ گوشۂ جگر سردارِ دو عالم فاطمہؓ کے چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے مشکیزوں میں پانی لاتے لاتے سینہ داغدار ہو گیا تھا۔ جھاڑو دیتے دیتے کپڑے چیکٹ ہو گئے تھے۔ (ابو داؤد کتاب الخراج)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جب تکلیف کی شکایت کی اور ایک خدمتگار کی درخواست کی۔ تو آپ نے جواب دیا۔

تم ۳۳ بار تسبیح ۳۳ بار تحمید اور ۳۴ بار تکبیر کہا کرو یہی تمہارے لئے کافی ہے۔ (بخاری شریف)

دربارِ نبوّت کی حرم سرائیں باری باری گھر کا کام کیا کرتی تھیں آنحضرت صلعم کے کپڑے سینا، انکو صاف کرنا گھر کی مرمت اور اس کی صفائی انہیں کے سپرد تھی۔ خورد و نوش کا کام بھی انجام دیا کرتی تھیں۔

ایک بار حضرت عائشہ کے کھانا پکانے کی باری تھی۔ انہوں نے پکایا۔ آنحضرت صلعم کے آنے میں دیر ہوئی۔ وہ سو گئیں۔ جب آپ تشریف لائے۔ تو انکو جگایا۔ (ادب المفرد) خلیفہ اول حضرت ابو بکرؓ کی حضرت اسماءؓ بہت پیاری بیٹی تھیں۔ حضرت زبیرؓ سے انکی شادی ہوئی تھی۔ وہ اسقدر مفلس تھے۔ کہ گھر میں کوئی خادم نہ تھا ان کے پاس ایک گھوڑا رہتا تھا جس کا دانہ گھاس حضرت اسماء کرتی تھیں۔ مدینہ سے کافی فاصلہ پر حضرت زبیرؓ کی کچھ اراضی تھیں۔ حضرت اسماء وہاں جاتیں اور اپنے سر پر کھجور کی گٹھلیوں کا بوجھ لاد لاتیں۔ اس کو کوٹ کر اونٹنی کو دیا کرتی تھیں۔ اس کے علاوہ گھر کے دیگر تمام کام بھی کیا کرتی تھیں (مسلم شریف کتاب الآداب) عورتیں لڑائیوں میں بھی جایا کرتی تھیں۔

چنانچہ غزوہ بدر میں حضرت عائشہؓ شریک تھیں۔ ان کے سپرد یہ خدمت تھی۔ کہ وہ غازیوں کو پانی پلائیں۔ اس کے علاوہ زخمیوں کی تیمارداری ان کا علاج اور پٹی مرہم کے کاروبار صحابیات ہی انجام دیتیں۔ غزوہ احد میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے تھے۔ خون کسی طرح بند نہیں ہوتا تھا۔ تو حضرت فاطمہؓ

نے چٹائی جلا کر راکھ آپ کے زخم میں بھری تھی جس سے خون فوراً بند ہو گیا تھا۔ (بخاری شریف)

جب مرد سفر سے واپس ہوتے۔ تو عورتیں مکان کی خاص طرح مزین کرتیں۔ ایک بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کسی سفر سے واپس تشریف لائے۔ تو حضرت عائشہ نے مکان کو خاص طور پر سجایا۔ آنحضرت صلعم مکان میں داخل ہوئے۔ تو آپ کو کیروخت کی محسوس ہوئی۔ آپ نے اس کو اُتار دیا۔ (تاریخ ابن جریر طبری)

زمانہ کہاں سے کہاں جا نکلا۔ ایک وہ زمانہ تھا۔ کہ جب صحابہ کرامؓ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے۔ اور جو کوئی اُن کا کام کرتا تو بُرا مانتے تھے۔ اپنا تو اپنا غیروں کے کام میں مسابقت کرتے تھے۔ اور بازی لگایا کرتے تھے۔ اور ایک یہ زمانہ ہے کہ یہاں غیر کا کام تو کون کرے اپنے کام کرتے ہوئے بھی شرم و حیا دامنگیر ہوتی ہے۔ افسوس!! فَاعْتَبِرُوا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

ولی اللہ عورتیں

حضرت آمنہ رملیہؒ

اسلام میں اگرچہ ایسی صدہا خواتین پیدا ہوئیں جنہوں نے نورِ
نبوّت سے منوّر ہو ہو کر سارے عالم کو اپنی علمی اور عملی کرنوں سے
جگمگایا اور چمکایا جس کا زیادہ تر حصّہ عہد مبارک نبی اسلام کے دو
اوّلیں میں گذرا جس حصّے نے خود چشمۂ رسالت سے فیض حاصل کیا۔
اور پھر آسمان عروج و کمال پر مہر و ماہ بن کر چمکا۔ اس پر مسلمان
جسقدر فخر کریں وہ کم اور بالکل کم ہے۔ لیکن الحمدللہ کہ اسلام
لانے والے ہمارے آقا و مولیٰ ہمارے ہادی و رہنما محمدؐ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے علم و عمل ہدایت و معرفت کا وہ نشہ اپنے
پیروکاروں میں نہیں چھوڑا تھا۔ جو نعوذ باللہ صدی دو صدی میں ختم
کر نقش بر آب ثابت ہوتا۔ بلکہ وہ دائمی اثر چھوڑا جس سے متاثر
ہو ہو کر قیامت تک نامعلوم کتنے متوالے اسلام کی جوتیوں سے
وابستہ ہو کر ساری کائنات کے لئے شرابِ حقیقت کے ساقی

بنیں گے اور نہ معلوم اس کی روشنی سے روشن ہو کر کتنوں کو رشین اور تاب ناک بنائیں گے۔ انہی وابستگانِ اسلام میں سے ایمان اور اسلام اور علم و عمل کی ایک حقیقی تصویر حضرت آمنہ رملیہ بھی تھیں جنہوں نے اپنی زندگی اور اپنی قابل فخر سیرت سے دنیا کو دکھا دیا کہ معمولی حیثیت کی عورت بھی اللہ کی راہ میں محبت اور مجاہدہ کے بعد کس مرتبہ پر پہنچ سکتی ہے۔ اور عروج و ترقیاں اور فضائل و مراتب کس طرح اس کے قدموں پر گرتے ہیں۔

پیدائش دوسری صدی ہجری میں جب کہ ایک عالم میں اسلامی علوم و فنون کی نہریں بہ رہی تھیں۔ اور ربع مسکون کا ایک کثیر حصہ اس سے سیراب ہو رہا تھا۔ رملہ نامی ایک مقام میں جو بغداد کے نواح میں واقع تھا۔ تقریباً ۱۶۳ھ میں پیدا ہوئیں۔ والدین غریب تھے اور نہایت ہی غریب اور اس قدر معمولی حیثیت کے آدمی تھے کہ بالکل غیر معروف اور نامعلوم۔ بچپن کی ابتدائی منزلیں گھر ہی میں گزاریں جب ذرا بڑی ہوئیں تو اپنی والدہ کے ساتھ مکہ مکرمہ حج کے سلسلہ میں گئیں۔ مکہ مکرمہ اس وقت علم و عمل کا مرکز اور اسلامی جواہرات کا خزانہ تھا۔ اور بہت سے کبار تابعین اب بھی تشریف فرما تھے۔ جن کا علمی بازار اپنی پوری گرمی اور اپنے پورے شباب

پر تھا۔ آپ ابتدا ہی سے نہایت ذہین اور ذکی تھیں اسی طرح علم سیکھتیں جسطرح مرد سیکھتے۔ البتہ عورتیں پردہ میں بیٹھ کر علم حاصل کرتیں۔ مسجد حرام میں ایک بزرگ تابعی کے حلقہ درس میں داخل ہو گئیں۔ اور ایک عرصہ تک علم قرآنی سے مالا مال ہوتی رہیں۔ جب انکا انتقال ہو گیا تو مدینہ منورہ تشریف لائیں۔ یہ زمانہ حضرت امام مالکؒ کا تھا۔ ایک مدت تک آپ نے انکی خدمت میں حاضر رہ کر علم حدیث حاصل کیا اور بہت سی روایات کو زبانی حفظ کر لیا۔ حافظ ابن عبدالبر نے آپکی زبانی روایات کا اندازہ ننو لگایا ہے۔ غرضیکہ ایک زمانہ تک اسی طرح علم حدیث حاصل کرتی رہیں۔ جب آپ کو اس میں کمال حاصل ہو گیا تو علم فقہ کی تحصیل کا ذوق پیدا ہوا چنانچہ اس زمانہ کے سب سے مشہور عالم فقیہ حضرت امام شافعیؒ کی خدمت میں ۱۹۹ھ میں مکہ مکرمہ آئیں۔ اور تھوڑے دن رہ کر اپنی اس تشنگی کو بھی بجھایا۔

پھر جب امام صاحب مذکور مصر چلے گئے تو آپ کوفہ آئیں۔ یہاں علوم شرعیہ کے کئی جاننے والے موجود تھے ان سے استفادہ کیا۔ اور ایک طویل مدت کے بعد قاصد وطن ہوئیں۔ اس وقت آپ علوم شرعیہ کی ان قابل فخر عالم خواتین سے تھیں کہ عالم نسواں کو چھوڑ کے مردوں کے گروہ کے گروہ آپ سے علم سیکھنے کی درخواست کرتے اور فخر کرتے

کہ ہم میں وہ خاتون پیدا ہوئی کہ علوم کا سر چشمہ اور حقیقت و معرفت کا نمونہ ہے۔ آپ کی زندگی کا یہ وہ کامیاب اور مبارک کارنامہ ہے۔ جو سارے عالم کی عورتوں کے لئے عموماً اور مسلمان عورتوں کے لئے خصوصاً قابل تقلید اور قابل عمل نمونہ ہے یعنی آپ نے کمزور اور ضعیف خلقت سے تعلق رکھنے کے باوجود کس طرح علم سیکھا اور اس کی طلب و جستجو میں کسطرح سفر کئے۔ پھر علم و عمل کے کس درجہ پر آپ پہنچ گئیں۔ یہ تمام واقعات اپنے اندر کافی عبرت و بصیرت کے سامان رکھتے ہیں۔ اور خواتین کو اب بھی پکار پکار کر علم دین کی تحصیل کی دعوت دے رہے ہیں۔

اصلاح باطن کی فکر

آپ ان برگزیدہ خواتین میں سے تھیں جن کا اصول تھا کہ علم عمل کے لئے ہے نہ کہ علم، علم کے لئے جس طرح کسان کھیتی کرتا ہے جوتتا ہے بوتا ہے نگرانی کرتا ہے پانی دیتا اور دن رات محنت مشقت کرتا ہے اس سے اس کا مطلب صرف درخت اُگانا اور سر سبز اور ہری بھری کھیتی پیدا کر لینا نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ ان تمام محنتوں اور کاوشوں کا مفہوم غلہ پیدا کرنا ہوا کرتا ہے تاکہ اس سے انسانوں اور حیوانوں کا رزق مہیا ہو اور اس کی محنت ٹھکانے لگے لیکن اگر کوئی شخص درخت

لگنے اور سبزی ہی کو اصل مقصد قرار دے۔ تو یقیناً تحصیلِ رزق کے لحاظ سے اس کی ساری محنت رائیگاں اور فضول ہے۔ یہی حال علم کا ہے۔ علم کا تنہا مقصد یہ ہے۔ کہ اس سے انسان انسان بن سکے اور عمل کی صلاحیت پیدا ہو سکے۔ اور جسقدر کام کئے جائیں وہ سب علم کی روشنی میں کئے جائیں۔ تاکہ صحیح اور درست ہو سکیں۔ لیکن اگر کوئی علم کو علم ہی کیلئے سیکھے اور عمل نہ کرے۔ تو یقیناً یہ علم بیکار اور بے فائدہ ہے۔

آپ اس زریں اصول کے تحت تحصیل علم کے بعد تکمیل عمل کے لئے کوشاں ہوئیں بغداد اس زمانہ میں دارالخلافہ تھا۔ بڑے بڑے علما فضلاء اور اہل باطن حضرات کا مرکز تھا ۲۰۹ھ میں آپ نے بغداد کا سفر کیا ایک کامل درویش سے ملاقات ہوئی دل باغ باغ ہوا تھوڑے ہی دنوں کی تعلیمات نے وہ اثر کیا کہ وہ سارا علم ظاہر علم باطن میں تبدیل ہو گیا۔ اور اب آپ کی اور ہی حالت ہو گئی۔

عبادت و مجاہدہ

کہاں آپ کو اپنے علم پر غرور تھا۔ کہاں اب عاجزی اور انکساری۔ کہاں وہ حالت تھی کہ ہر وقت اپنے علم کے چرچے اور تذکرے اور کہاں اب یہ وزاری عبادت کرتیں تو معلوم ہوتا کہ ایک ستون کھڑا ہے سجدہ کرتیں

تو معلوم ہوتا کہ ایک پتھر پڑا ہے عرصہ دراز تک یہ حالت رہی رفتہ رفتہ دور نزدیک آپ کے چرچے ہونے لگے اور بڑے بڑے بزرگ آپ کی زیارت کو آنے لگے۔ مگر آپ خفا فرمائیں اور کہہ دیا کرتیں کہ میں تو ایک گنہگار بندی ہوں مجھ کو تو کچھ بھی نہیں آتا۔ ایک عرصہ تک آپ کی یہی حالت رہی۔ سات حج پیدل کیے سارا مال و اسباب اللہ کی راہ میں دے ڈالا۔ سال کے اکثر حصہ میں روزہ رکھتیں اور دن رات کے اکثر حصہ میں نمازیں پڑھتیں ایک بار حضرت بشرؒ جو اپنے زمانہ کے مشہور اہل دل بزرگوں سے تھے تشریف لائے آپ نے ان کی بڑی خاطر اور آؤ بھگت کی رات کو جب سونے لگیں تو فرمایا کہ اے بشر میں سوتی ہوں مگر دل نہیں سوتا حضرت بشرؒ فرماتے ہیں کہ میں آپ کی عبادت کو دیکھنے کے لئے بظاہر سو گیا مگر درحقیقت جاگ رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ نصف رات جب ہو گئی تو اٹھیں اور وضو کیا اور ان پیارے الفاظ میں رات کے سناٹے میں دعائیں مانگیں "اے سارے عالم کے پیدا کرنے والے تیری نعمتیں بے شمار ہیں مگر کس قدر ظالم ہیں وہ جو ان کی قدر نہیں کرتے تو کس قدر رحم کرنیوالا ہے مگر دنیا اس کو بھولی ہوئی ہے۔ ساری کائنات سے زیادہ محبوب! میری عزت تیرے ہی ہاتھ ہے خداوندا قیامت میں مجھے سب کے

سامنے رسوا نہ کرنا کہ اگر ایسا کیا تو لوگ یہی کہیںگے خدا نے اپنی محبت کرنے والی بندی کو رسوا کیا اے محبوب! کیا تو اس کو گوارا کرے گا! جان لے کہ اگر تو نے اس کو گوارا کیا تو میں ہرگز ہرگز اسے گوارا نہ کرونگی کہ لوگ تجھے الزام دیں ...... (مصباح السلوک جلد دوم)

حضرت بشرؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آپ نے نماز شروع کی ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ کوئی انتہائی مجرم کسی انتہائی پُر رعب و جلال حاکم کے سامنے کھڑا ہے۔ جب رکوع میں جائیں تو معلوم ہوتا کہ کسی گم شدہ چیز کی تلاش میں جا رہی ہیں۔ یا کسی حاکم اعلیٰ کے سامنے اپنے جرموں کا اعتراف کرتے ہوئے اپنا سر اور اس کے ساتھ سارا جسم جھکا دیا ہے۔ حضرت بشر کہتے ہیں آپ رکوع و سجود میں مصروف تھیں مگر آنکھیں اشک ریزی میں منہمک اور آنسوؤں کا یہ حال کہ آنکھوں سے بہہ کر کپڑوں اور زمین کو تر کر رہے ہیں ... آپ کا یہ طریقہ روزانہ کا تھا۔ اور صبح تک یہی حالت جاری رہتی۔ ادھر سے گریہ وزاری دعا مناجات عبادت و ریاضت عشق و محبت اور ادھر سے رحمت و مغفرت، نعمت و برکت، رضا و خوشنودی قبول و اجابت (طبقات الصالحات)

تقوےٰ اور بے رغبتی | یہ تو انکی عبادت اور توجہ الی اللہ کا مرتبہ

تھا۔ دُنیا طلبی اور مال و دولت انسان کی آزمائش کے لئے بڑی چیزیں ہیں۔ اور بڑے بڑے لوگ بسا اوقات اس میں مبتلا ہو کر اپنا بہت کچھ کھو دیا کرتے ہیں۔ ایک بار ایسا ہی موقعہ آپ پر بھی پڑا کسی امیر نے جب آپ کی ریاضت اور تقویٰ کا حال سنا تو اس نے دس ہزار اشرفیاں نذر کرنا چاہیں۔ آپ نے انکو لینے سے انکار کر دیا پھر اُس نے اصرار کیا آپ نے پھر انکار کیا پھر اس نے لینے کو کہا اس بار آپ نے لے لیں۔ لیکن اسی وقت عام منادی کرا دی کہ جس کسی کو جس قدر روپیہ کی ضرورت ہو مجھ سے آکر لے جائے۔ چنانچہ تقسیم کا سلسلہ شروع ہوا اور شام ہونے ہوتے گھر میں ایک پیسہ بھی نہ بچا۔ حالانکہ اس دن آپ کے ہاں فاقہ تھا...... یہ تھی آپ کی دنیا سے بے رغبتی اور یہ تھا آپکا توکل...... آپ کا دستور تھا کسی کے ہاں کا کھانا نہ کھاتیں کہ مبادا اس میں مال حرام یا لقمہ مشتبہ کا جزء نہ شامل ہو۔ اِلّا یہ کہ کسی کی حالت معلوم ہوتی کہ یہ متقی اور پرہیزگار ہے تو اسکے ہاں سے کھانا کھانے سے پرہیز نہ فرماتیں۔ (طبقات الصالحات تذکرہ رابعہ)

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی کہ یا حضرت کچھ نصیحت فرمائیے۔ آپ نے جن قیمتی خیالات کا

جن حکیمانہ الفاظ میں اظہار کیا وہ ہمیشہ سونے کے حروف سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔ آپ نے فرمایا:۔

إِنْ كَانَ اللّٰهُ قَدْ تَكَفَّلَ بِالرِّزْقِ فَاهْتِمَامُكَ لِمَاذَا؟ وَإِنْ كَانَ الْخَلَفُ عَلَى اللّٰهِ حَقًّا فَالْبُخْلُ لِمَاذَا؟ وَإِنْ كَانَتِ الْجَنَّةُ حَقًّا فَالرَّاحَةُ لِمَاذَا؟ وَإِنْ كَانَ النَّارُ حَقًّا فَالْمَعْصِيَةُ لِمَاذَا؟ وَإِنْ كَانَ كُلُّ شَيْءٍ بِقَضَائِهِ وَقَدَرِهِ فَالْخَوْفُ لِمَاذَا؟

اگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے رزق کی ذمہ داری لی ہے تو پھر تیرا فکر کس لئے ہے؟ اور اگر ہر چیز کے بعد اس کی قائم مقامی حق ہے تو بخل کیوں ہے اور اگر جنت حق ہے تو راحت کیوں ہے؟ اور اگر دوزخ سچ ہے تو گناہ کیا؟ اور اگر ہر چیز قضا و قدر سے ہے۔ تو پھر ڈر کس کا؟

کمال فضیلت

آپ کا مرتبہ نہایت ہی بلند اور درجہ نہایت ہی اونچا تھا۔ حتیٰ کہ امام احمد بن حنبلؒ جیسے پایہ کے بزرگ جو چوتھے مصلے کے امام اور امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں اور جن کے متعلق ان کے استاد امام شافعی کا کہنا ہے۔ کہ گو میں بغداد سے مصر آگیا مگر بغداد میں احمد بن حنبل سے زیادہ متقی اور عالم کسی اور کو نہیں چھوڑا (ادبیات اللغتہ العربیہ جلد اول صفحہ ۹۷ تذکرہ احمد حنبل)

وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے ایک بار آپ بیمار ہوئے تو آپ نے فرمایا حضرت بشرؒ! میرے لئے دعا کرا دیجئے انہوں نے حضرت آمنہؓ سے عرض کیا کہ امام دعا کرانا چاہتے ہیں ۔ آپ نے فرمایا کہ اے اللہ بشر اور احمد تیری دوزخ سے پناہ چاہتے ہیں ۔ تو ان کو اس سے محفوظ رکھنا ۔ حضرت امامؒ احمد خود فرماتے ہیں کہ اسی رات کو آسمان سے ایک پرچہ گرا جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد لکھا تھا ہم نے قبول کیا اور ہمارے پاس بہت سی نعمتیں ہیں ۔ اللہ اللہ کیا مرتبہ تھا اور کیا بزرگی

نتیجہ

ان تمام واقعات سے عبرت لینا چاہیئے کہ ایک معمولی لڑکی کو آخر اس قدر مرتبہ کیوں عطا ہوا کہ امام احمد جیسے بزرگ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دعا کی درخواست کرتے اور پھر قبول ہوتی ۔ تو اس طرح کہ کرامت سے بڑھ کر کرامت ہوئی بزرگی سے بڑھ کر بزرگی ہوئی ۔ لاریب یہ سب مراتب اور یہ سب درجات اللہ تبارک و تعالےٰ کی تابعداری اور اس سے محبت کیوجہ سے ہیں ۔ اب بھی راستہ کھلا ہے ۔ اللہ تعالےٰ اپنی طرف بلا رہا ہے ۔ اور یہ اور اس قسم کے صدہا مراتب انتظار میں ہیں پس ہے کوئی کہ انکو حاصل کرنے کیلئے بڑھے اور دین و دنیا کی بادشاہت حاصل کرلے ؟

حضرت امّ ربیعۃ الرائےؒ

حضرت ربیعۃ الرائے وہ بزرگ اور وہ جامع علم و عمل تھے کہ حضرت امام مالک اور حضرت امام حسن البصریؒ جو دنیائے اسلام کے عظیم الشان محسنوں میں سے ہیں۔ انکے شاگرد ہیں۔ یہ اتنے عالم کیسے بنے ایک سبق آموز واقعہ ہے۔ آپ کے والد فوج میں ملازم تھے، جب آپ اپنی ماں کے پیٹ میں تھے، جب ہی سے باہر چلے گئے تھے، اور گھر میں برابر خرچ دیتے رہتے تھے۔ پورے ۲۷ سال کے بعد واپس ہوئے تو دیکھا کہ مسجد میں ایک عظیم الشان مجمع کے سامنے ایک خوبرو نوجوان درس علم دے رہا ہے دل میں تمنا ہوئی کاش یہ لڑکا میرا ہوتا گھر واپس آگئے، بیوی کو بڑے تپاک سے ملے، کچھ دیر کے بعد آپ نے تیس ہزار اشرفیوں کے بارے میں سوال کیا جو آپ نے بھیجے گئے تھے، بیوی نے جواب دیا وہ بحفاظت رکھی ہیں۔ ابھی یہ باتیں ختم نہ ہونے پائیں تھیں کہ صاحبزادے مبارک حضرت ربیعۃ الرائے آگئے۔ بیوی نے فوراً کہا وہ تمہاری تیس ہزار ۳۰ اشرفیاں آگئیں۔ میں نے انکو اسکی تعلیم پر لگا دیا۔ باپ یہ سنکر اس قدر خوش ہوئے جس کا بیان تحریر سے باہر ہے، یہ تھا ان

کا علم کمال ۔

بنت شاہ بن شجاع کرمانی

آپ ایک نیک دل بادشاہ کی صاحبزادی ہیں ۔ مگر عیش و عشرت کدہ میں بھی کبھی کبھی روحانیت کے چراغ روشن ہو جایا کرتے ہیں، آپ اس کا بہترین ثبوت ہیں ۔ نیک دل باپ نے کسی شاہزادے یا امیرزادے کی بجائے ایک فرشتہ صفت غریب نوجوان سے آپ کی شادی کر دی ۔ اور ان الفاظ میں آکر اجازت نامہ طلب فرمایا۔ بیٹی ! بادشاہ زادہ تو نہ ملا ایک فقیرزادہ ہے ، مگر خوب آزمایا آخرت کا شاہزادہ ہے ۔ میں تمہاری خوشنودی معلوم کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں ، سعادت مند بیٹی نے اشارہ سے مرضی ظاہر کر دی ، اور نہایت سادگی سے نکاح ہو گیا ۔

اس جوان کے گھر آکر دیکھا ایک مٹی کے گھڑے پر روٹی کا ٹکڑا رکھا ہے ، پوچھا یہ کیا ہے ۔ نوجوان نے جواب دیا ، شام کے روزہ افطار کرنے کے لئے ایک روٹی کا ٹکڑا کل بچا رکھا تھا آپ فوراً اُلٹے پاؤں واپس ہوئیں ، اور فرمایا کہ جس کا خدا پر بھروسہ نہ

ہو۔ وہ نیک کیا اور فرشتہ صفت کیا، آخر اس جوان نے خدا کی راہ میں اس روٹی کے ٹکڑے کو خیرات کر دیا تب آپ طلوع میں آئیں یہ تھا انکا مرتبہ اور یہ تھی انکی قوتِ ایمانی، ہم کو کوشش کرنی چاہیئے کہ ہم بھی ایسی ہی اپنے اندر ایمانی قوت پیدا کریں، کہ ہر وسیلہ اور اسباب سے بے نیاز ہو کر خدا اور صرف خدا پر بھروسہ کرنے کے عادی بن جائیں۔ تاکہ خدا ہم کو بھی ان غیر فانی دولتوں سے نوازے جو ان بزرگوں کو ملا تھا اور ہمارے نام اور کام بھی اس قبولِ عام اور شہرتِ دوام کا تاج پہن سکیں جن سے ان کے سر مزین تھے۔

یہ تھا انکا توکل اور یہ تھا انکا کمال کہ بادشاہ کا محل چھوڑ کر فقیر کی کٹیا اختیار کی اور شاہوں کے انتساب سے بے نیاز ہو کر گداؤں کی رفاقت منظور کی۔"

حضرت عبقرہ عابدہؒ

آپ کے عمل و عبادت کا کیا لکھنا، اور آپ کے مرتبۂ سلوک و معرفت کا کیا پوچھنا ایک بار بڑے بڑے عارف باللہ اور اہلِ

اللہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ سے دعا کی درخواست کریں۔ آپ نے جواب دیا کہ میں اس قدر خطا کار ہوں کہ اگر خطا کے عوض مجھکو گونگا کر دیا جاتا تو میں بات تک نہ کر سکتی، لیکن دعا کرنی سنت ہے اس لئے دعا کرتی ہوں۔ پھر آپ نے دعا فرمائی اور خدا کے فضل وکرم سے وہ مقبول ہوئی۔ اس قدر اونچے درجے پر پہنچ کر یہ انکساری یہ عاجزی۔ یہ آپ کا کمال تھا اور حقیقت میں، انسان کا نہایت ہی بڑا کمال ہے کہ بلند مرتبہ پر پہنچکر بھی اپنی اصلیت کو نہ بھولے۔ حضور نے فرمایا جو اللہ کے واسطے ایک درجہ انکساری اختیار کرتا ہے۔ خدا ایک درجہ اسے بلندی عطا کرتا ہے اور حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ عظمت اور کبریائی میرا لباس ہے پس جس نے یہ چاہا اس سے مجھ سے جھگڑا کیا۔ ایک اور حدیث میں ہے۔ وہ جنت میں ہرگز نہ جائے گا جس کے دل میں رائی برابر بھی تکبر ہوگا۔ (ترمذی شریف جلد دوم)

حضرت فاطمہ نیساپوری

حضرت ذوالنون مصری بڑے پایہ کے بزرگ اور ولی کامل

گزرے ہیں آپ ان کی اُستاد ہیں ۔ اس سے آپ کے مرتبے اور درجے کا اندازہ ہوگا ۔ آپ نیسا پور میں پیدا ہوئیں اور ۲۲۳ھ میں بحالت احرام مکہ مکرمہ میں انتقال کیا ۔

حضرت ذوالنون کے علاوہ اور بہت سے بزرگ آپ سے مستفیض ہوئے تھے ، حضرت ابو یزید ایک بلند مرتبہ اہل علم اور اہل کمال ہیں ان کا بیان ہے کہ میں نے فاطمہ کی ہمسر کوئی عورت نہیں دیکھی ۔ انکو کیفیت کشف حاصل تھی ۔ پہلے سے باتوں کی تفصیل معلوم ہو جایا کرتی تھی ۔ آپ کا ارشاد ہے ۔ جو شخص خدا کا دھیان ہر وقت نہیں رکھتا ہے وہ گناہوں کے گڑھے میں ضرور گر پڑتا ہے اور جو منہ میں آتا ہے بک جایا کرتا ہے ۔ مگر جو ہر وقت خدا کا دھیان رکھتا ہے فضول باتوں سے وہ گونگا ہو جاتا ہے ، اور خدا سے شرم و حیا کرنے لگتا ہے ۔"

پس آپ کا کمال یہ تھا کہ آپ کو مرتبہ شہود و حضوری حاصل تھا !!

حضرت آسیہ خانمؒ

یہ عابدہ اور زاہدہ خاتون طائفہ بوحادی باش کی محترم عورت تھیں

میں سے ہیں۔ ان کے والد بزرگوار کا نام محمد خان عز الدینیلو تھا۔ خاقان فتح علی شاہ ایران انہی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے وہ ہمدردی اور خیرات میں بہت مشہور تھیں۔ اور انہوں نے اپنی ساری عمر عبادت الٰہی اور اعمال حسنہ ہی میں گزاری تھی غرہ ذی الحجہ ۱۲۱۳ھ میں وہ زیارت خانہ کعبہ سے مشرف ہوئیں۔ اور اسی سال بعد سفر خراسان میں انہوں نے طہران میں وفات پائی۔ ان کی نعش نجف اشرف میں دفن ہوئی

حضرت آمنہ رملیہ رح | یہ عارف اور ولی اللہ خاتون تقریباً ۲۰۰ھ میں موجود تھیں۔ لوگ ان کو صاحب مقامات اور کرامات جانتے تھے کبھی کبھی وہ بشر بن حارث کی زیارت کو جایا کرتی تھیں جو اس زمانہ کے مشہور اولیا میں سے تھے۔ ایک تذکرہ میں لکھا ہے کہ جب احمد بن حنبل بشر بن حارث کی عیادت کو تشریف لائے تو وہاں انہوں نے آمنہ سے ملاقات کی اور ان سے دعائے خیر کی آرزو کی

حضرت امتہ الجلیل رح | طبقات شعرانی میں مذکور ہے کہ امتہ الجلیل عرب کی صالح اور پارسا عورتوں میں سے تھیں اور مقام ولایت پر پہنچ گئی تھیں۔ ایک مرتبہ جب اس عہد کے ارباب سلوک لوگوں میں ولایت کے معنیٰ اور تعریف کی نسبت اختلاف ہوا۔ اور ہر شخص نے مسئلہ میں اپنی ایک جداگانہ رائے ظاہر کی تو آخر الامر یہ

قرار پایا کہ امتہ الجلیل سے اس کے معنی پوچھے جائیں۔ اس سوال
کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ولی وہ ہے جو ہر وقت یادِ خدا میں
مشغول رہے اور دنیا اور اس کے مزخرفات سے کوئی تعلق نہ رکھے
اور بغیر خدا کے ایک دم بھی کسی شے کی طرف متوجہ نہ ہو۔ ولی کے
معنی سمجھانے کے بعد امتہ الجلیل نے جماعت میں ارباب سلوک کی
جانب مخاطب ہو کر کہا۔ جب کوئی تم سے کہے کہ فلاں شخص ولی ہے
اور یادِ حق کے سوا اور کسی کام میں مشغول ہے۔ تو اس کی ولایت
کو باور نہیں کرنا چاہیئے اور اسکو جھوٹا جاننا چاہیئے۔ (نفحات الانس)

حضرت ام حسان

یہ عارف اور ولی اللہ کوفہ کی رہنے والی اور صلاح و زہد مقامات
اور درجاتِ ایقان میں مشہور و معروف تھیں۔ کتاب نفحات الانس
میں لکھا ہے کہ وہ مقام ولایت تک پہنچ گئی تھیں۔ سفیان ثوری
ولی اللہ انہی کے زمانہ میں تھے۔ جو اکثر انکی زیارت کے لئے ان
مکان پر جایا کرتے تھے۔ ایک روز جب سفیان ثوری ام حسان
کے گھر داخل ہوئے تو وہاں انہوں نے پرانے بوریے کے سوا

اور کوئی چیز نہ پائی۔ اس وقت مقدس بیوی سے کہا تم اپنے چچا کے بیٹے کو کسی چیز کے لئے کیوں نہیں لکھتیں وہ تمہاری حمایت کریگا۔ اس کے جواب میں ام حسان نے کہا تمہاری قدر اس کلمہ نے میری نظروں میں کم کر دی۔ جب میں عالم کے مالک حقیقی سے طلب دُنیا نہیں کرتی تو کسی مخلوق وضعیف سے کیونکر کر سکتی ہوں میں نہیں چاہتی کہ ایک آن بھی خدا سے غافل ہوں۔

حضرت اُم علیؒ

اس عارف باللہ عورت کا حال جس کی ولایت کو سب نے تسلیم کیا ہے۔ کتاب نفحات الانس میں شرح اور بسط کے ساتھ درج ہے وہ احمد خضرویہ متقی کی بیوی تھیں۔ شیخ ابو حفصؒ کہتے ہیں کہ جب تک میں نے ام علی زوجہ احمد خضرویہ کو نہ دیکھا تھا اس وقت تک میں عورتوں کی جنس ہی کو حقیر سمجھتا تھا۔ اور ان سے باتیں کرنا مکروہ جانتا تھا۔ مگر جب اس پارسا عورت سے ملاقات ہوئی تو مجھے معلوم ہُوا کہ خداوند تعالے اپنی نعمت معرفت سے جسے چاہتا ہے نوازتا ہے۔ (نفحات الانس)

حضرت ام ہارونؓ

طبقات شعرانی میں لکھا ہے۔ کہ یہ مقدس بیوی اولیاء اللہ الخائفین اور عابدین میں سے تھیں۔ وہ فقط روکھی روٹی پر ہی قناعت کرتی تھیں اور دُنیا کے کسی ساز و سامان سے غرض نہ رکھتی تھیں انہوں نے اپنے سر میں بیس برس تک کنگھی نہیں کی تھی۔ اس پر بھی انکے بال اور عورتوں کے بالوں سے خوشنما معلوم ہوتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جنگل میں انہیں ایک بھوکا شیر ملا۔ انہوں نے کہا کہ آ اور میرے گوشت میں سے اپنی روزی لے یعنی مجھے کھا۔ یہ سُن کر شیر نے اپنا منہ انکی طرف سے پھیر لیا اور وہ دوسری سمت چلا گیا۔

حضرت بریرہؓ | حضرت عائشہ صدیقہ کی لونڈی تھیں جن کا نکاح قبل از آزادی معتق نامی ایک خادم سے ہوا تھا جب وہ آزاد ہوئیں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اب تم خود مختار ہو۔ چاہو غلام کے نکاح میں رہو یا اس سے خارج ہو جاؤ کہتے ہیں کہ حضرت بریرہؓ صاحب کرامات تھیں جو اس واقعہ سے ثابت ہے جسکو خود عبدالملک مروانی نے حسب ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے؟

جب میں خلیفہ نہ ہوا تھا تو اس وقت میں مدینہ میں بریرہ کے

پاس اکثر آیا جایا کرتا تھا۔ وہ مجھ سے کہا کرتی تھیں کہ اے عبدالملک
میں تجھ میں عمدہ خصلتیں دیکھتی ہوں۔ اگر تو اس مرتبہ پر پہنچے تو انسان
کا خون نہ بہانا اور خونریزی سے پرہیز کرنا کیونکہ میں نے رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جس شخص نے
ایک سینگی بھر خون بھی ناحق بہایا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا" (المرأۃ المسلمہ)
عبدالملک بن مروان نے حضرت بریرہؓ کی نصیحت کے خلاف تخت
حکومت پر بیٹھتے ہی خونریزی شروع کی اور بندگان خدا پر ظلم کیا اسوقت
حضرت بریرہؓ نے وہی انہی ہدایت یاد دلا کر اس کو ظلم اور خونریزی سے منع
کیا۔

حضرت بلقیسؒ

یہ ولی اللہ بیوی محمد بن بدر الدین بن سراج الدینؒ کی دختر
نیک اختر تھیں۔ ان کے پردادا سراج الدین بن حجر عسقلانی کے استاد
تھے۔ گو انکے خاندان کے تمام لوگ اہل علم و فضل تھے مگر ان سب کی
شہرت اور افتخار کا باعث یہی لائق عورت تھی۔ اور وہ علم و دانش
زہد و صلاح میں مشہور اور معروف تھیں۔ اس دار ناپائدار میں
ساٹھ سال سے زیادہ نہ کہ ماہ ذیقعدہ ۸۴۱ھ کو راہی جہان جاودانی

ہوئیں ۔ اپنی عمر کے آخری دو سال انہوں نے راہ سلوک و ایقان اور
طریق کے مقامات طے کرنے میں صرف کئے تھے جیسا کہ ابن حجر نے
کہا ہے ۔ "یہ مقدس بیوی مشائخ طریقت میں شمار کی جاتی ہیں"۔
اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ پھر ہم میں ایسی باکمال عورتیں
پیدا کرے تاکہ ہمارا کھویا ہوا وقار پھر واپس آجائے !! ؎

عجب کیا ہے یہ بیڑا غرق ہو کر پھر ابھر آئے
کہ ہم نے انقلاب چرخ گرداں یوں بھی دیکھا ہے

شاہزادیاں

شاہزادی گیتی آرا بیگم

یوں تو اس باقی اور مٹی والے جہاں میں بے شمار خواتین ایسی پیدا ہوئیں جنہوں نے اپنی شجاعت اور بہادری سے دنیا کے قوانین بدل دیئے۔ حکومتیں اُلٹ دیں اور ایسے ایسے کارنامے کئے جو بڑے بڑے بہادروں اور شجاعوں سے ناممکن تھے الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

اسلام اس قسم کی خواتین سے خالی نہیں۔ اس نے بھی ایسی بے مثال تعلیمات اور تلقینات سے اس مُردہ اور بے جان جماعت کے اندر وہ رُوح ڈالی کہ چند ہی دنوں میں وہ آسمان شجاعت و لیاقت پر مہر و ماہ بن کر چمکنے اور دمکنے لگیں، اور مسلمان عورتوں نے اس دنیائے فانی پر عفت، عصمت، شجاعت، بہادری، حلم اور تدبر کے وہ نقوش چھوڑے جنکو دمشق شام بغداد، عراق، مصر، بابل، اندلس اور ایران اور افغانستان کے چپے چپے سے آج بھی جاکر پوچھ سکتے ہو ابھی تک وہ اپنی ان بہادر اور باعصمت خواتین کے حالات اور انکے کارنامے

بتا رہے ہیں بخلاف دوسری قوموں کے کہ معلوم کرنے چاہیں تو باوجود سعی و کوشش کے کامیاب نہ ہو سکیں گے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے صرف دعوے ہی دعوے نہیں بلکہ بے شمار ایسے ثبوت دیے جا سکتے ہیں کہ جس سے سارے عالم کے لوگ بھی رد کرنا چاہیں تو کر نہ سکیں گے ہم قطع نظر ابنی اور خواتین کے صرف ملک زابلستان کی ایک اس بہادر خاتون کا تذکرہ کریں گے جس نے اپنی شجاعت اور تدبر سے نہ معلوم کیا سے کیا کر دیا تھا۔ آج زابلستان کی خاک اس پر جسقدر فخر کرے بلکہ سارا عالم جسقدر اس پر ناز کرے کم اور بالکل کم ہے۔

چنانچہ اس بہادر اور مدبر خاتون کے مختصر سے سوانح حیات اور اس کے کارناموں کا ایک دھندلا سا خاکہ ملاحظہ ہو۔ میری مراد شہزادی گیتی آرا بیگم سے ہے یہ علی مردان خان والی زابلستان کی اکلوتی بیٹی تھی۔ مورخین نے اس کی تاریخ پیدائش ۸۰۰ھ لکھی تھی گویا وہ اس وقت پیدا ہوئی تھیں جبکہ یورپ جہالت اور تعصب کے دلدل میں پھنسا ہوا تھا اور اسلام کا ستارہ اوج ثریا پر چمک رہا تھا۔ علی مردان خان اولاد نرینہ سے محروم تھا اس نے اپنی جامع الصفات لڑکی کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھا۔ فطرت نے اسے حسن ظاہری و باطنی سے مالا مال کیا تھا اور جب وہ حلقہ درس میں داخل ہوئی تو اس

کے فطری جوہر اور بھی چمک اُٹھے۔ اُسے اوائل عمر سے ہی غور و فکر تدبر و تامّل کی عادت تھی۔ عام لڑکیوں کی طرح معمولی لہو و لعب سے دلچسپی نہ تھی۔ بلکہ اسے مردانہ اور شجاعانہ کھیلوں میں ہی شرکت کر کے حقیقی مسرت حاصل ہوتی تھی۔

علی مردان خاں حد درجہ جوہر شناس اور اپنے وقت کا ایک نامور سپہ سالار تھا۔ اس نے اپنے اراکین سلطنت و مدبران مملکت کے مشورہ سے شہزادی کے لئے ایسے قابل اتالیق مقرر کئے جو صبح و شام اس کی فطرت کے مطابق درس دیتے تھے۔ چنانچہ سن شعور سے پہلے ہی اس نے وہ بات حاصل کر لی جسے لوگ حیرت سے دیکھتے تھے اور اس کی خداداد شجاعت اور استعداد کا چرچا بہت جلد دُور و نزدیک تک پھیل گیا۔ علاوہ ازیں اس نے مصوری میں خوب کمال حاصل کیا۔ اس کی ہاتھ کی بنائی ہوئی متعدد تصویریں آج بھی عجائب خانہ ایران میں موجود ہیں۔ گیتی آرا بیگم ہی دنیا کی وہ پہلی عورت ہے جس نے مستورات کو فن سپاہ گری سکھانے کی طرف توجہ کی اور ان کی ایک باقاعدہ فوج مرتب کی حالات حاضرہ میں اکثر یورپین ممالک میں بھی خواتین فن سپاہ گری سیکھنے لگی ہیں لیکن جس زمانہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ اس وقت یہ ایک بالکل

ہی عجیب اور حیرت انگیز بات تھی ۔ شہزادی نے یہ مدرسہ اپنی عمر کے بارہویں سال زابلستان میں قائم کیا تھا ۔ اس نے اپنے باپ کی طرف سے تمام ممالک میں حکم جاری کر دیا کہ بیس[۲۰] اور پچیس[۲۵] برس کی درمیانی عمر کی وہ تمام خواتین جو اس وقت تک کنواری ہوں اس مدرسہ میں داخل ہو کر تعلیم حاصل کریں اگر کوئی اس حکم کی خلاف ورزی کریگا تو اس پر جبر کیا جائے گا ۔ اور اس نافرمانی کی سزا میں جرمانہ بھی ادا کرنا پڑے گا ۔ گو خواتین زابلستان اس عجیب حکم سے سراسیمہ تو ضرور ہوئیں لیکن حکم حاکم مرگ مفاجات کے مصداق لوگوں نے اپنی بیٹیوں کو طوعاً و کرہاً مدرسہ میں داخل کر دیا جنکی تعداد مؤرخین نے تقریباً چار ہزار لکھی ہے ۔ اس مدرسہ میں انہیں ماہرین جنگ فن سپہ گری کی تعلیم دیتے تھے ۔ زابلستان کی مستورات فطرتاً جفاکش اور شجاع ہوتی ہیں ۔ اور جب انہیں فوجی تعلیم دی گئی تو وہ خوب چاق چوبند اور جری سپاہی بن گئیں ۔ گو شہزادی گیتی آرا بیگم کو مردانہ اور بہادرانہ فنون سے بیحد محبت تھی لیکن وہ سخت مزاج نہیں تھی ۔ بلکہ بہت رحم دل اور غریب پرور اور وفاپرست تھی جو اس کی اطاعت کرتا تھا وہ اس کی قدر کرتی تھی ۔ اس نے اپنی زنانہ فوج کے لئے سامان حرب اور فیل پیکر گھوڑے خرید لیے

گو علی مردان کو یقین تھا کہ خواتین خواہ کسی قدر فن سپہ گری کیوں نہ سیکھ لیں اور کتنی ہی جنگجو اور جری نہ ہو جائیں لیکن میدان کارزار میں مردوں سے جنگ کر کے بازی نہ لے سکیں گی۔ لیکن اسے شہزادی سے اس قدر محبت تھی کہ گو اسکی زنانہ فوج کے لئے سامان حرب خریدنے میں خزانہ نصف سے زائد خالی ہو گیا۔ لیکن علی مردان خان نے شہزادی کی کسی فرمائش کو رد نہ کیا۔ شہزادی کی زنانہ فوج کی تعداد بڑھتے بڑھتے بارہ ہزار تک ہو گئی تھی اور اُسے اس پر ناز تھا اور یقین تھا کہ روز جنگ اس کی فوج مرد سپاہیوں کے چھکے چھڑا دے گی۔ اور اُن سے اپنی شجاعت کا لوہا منوا لے گی وہ ہفتہ میں ایک دن فوج کا معائنہ کیا کرتی تھی اور اُن سے مخاطب ہو کر کہتی تھی کہ آزاد رہنے میں جس قدر لطف ہے اس کا اندازہ تم خود لگا چکی ہو۔ عورت کے لئے ازدواجی زندگی قہر الٰہی ہے۔ کیونکہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جانے کے بعد حقیقی راحت و مسرت میسر آنی غیر ممکن ہے۔ تم ابھی تک کنواری اور خود مختار ہو۔ تم ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں گرز فولادی لے کر دشمن کا مقابلہ کر سکتی ہو۔ لیکن اگر تمہاری شادی ہو جائے اور بدقسمتی سے شوہر لڑاکا اور بدمزاج ملے تو زندگی کے بقیہ ایام دائمی رنج و محن میں بسر کرنے پڑیں اور اگر شوہر پاک طینت اور

فرشتہ خصال بھی ہو۔ تو بھی مصیبت ہو گی کہ تمہیں اس کی خدمت اور اطاعت کرنی پڑے گی اور وہ تم پر حکمرانی کرے گا۔ اور یہ بات ایک آزاد طبیعت ہرگز گوارا نہیں کر سکتی۔ شہزادی گیتی آرا بیگم ابھی ابھی زنانہ فوج کی تنظیم و تربیت میں ہی مصروف تھی کہ فلک ستم شعار نے ناگہاں ایک تیر چلایا یعنی علی مردان خاں شہزادی کو روتا چھوڑ کر عدم کا سفر کر گیا۔ اور چرخ نیلگوں نے صرف اسی پر اکتفا نہ کی۔ بلکہ شہزادی کی آزمائش کے لئے ارکان سلطنت اور مردانہ فوج کو اس سے باغی بنا دیا انہوں نے ایک عورت کے سامنے سر اطاعت خم کرنے سے انکار کر دیا اور شہزادی سے درخواست کی کہ وہ بھی اپنے چچا کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لے لیکن شہزادی نے ہمت نہ ہاری اور اپنے حق سے دست بردار ہونے سے انکار کر دیا۔ لیکن وہ صلح جو اور معاملہ فہم خاتون تھی اسے معلوم تھا کہ اگر میدان کارزار گرم ہوا تو ملک تباہ اور برباد ہو گا۔ اور ہزاروں جانیں تلف ہو جائیں گی اس لئے اس نے وزیر سلطنت کو رقعہ بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ قبل اس کے کہ میں تمہیں تمہاری غداری اور نمک حرامی کی قرار واقعی سزا دینے کے لئے شمشیر آبدار بے نیام کروں کہ تمہاری حرکتیں آئین اسلام و آئین ملک کے خلاف

ہیں ۔ جب تک میں بقیدِ حیات ہوں کسی کا بھی سلطنت پر کوئی حق نہیں ہے اگر تم اب بھی اپنی غداری اور باغیانہ خیالات سے تائب نہ ہوئے تو ہمارے پاس بھی بڑی تعداد میں جاں نثار موجود ہیں ۔ اور گو وہ تمام ہی مستورات ہیں لیکن روز جنگ مرد بھی انکی تیغ آبدار کی تاب نہ لا سکیں گے میں نے یہ رقعہ اتمام حجت کے لئے لکھ دیا ہے ۔ آگے تمہیں اختیار ہے ۔

وزیر نے اسکا جواب یہ دیا کہ تمہارے پاس کافی تعداد میں فوج موجود ہے لیکن ہمیں اسکا کوئی ڈر نہیں ہے ہم نے جو کچھ کیا ہے سوچ سمجھ کر کیا ہے آجتک زابلستان پر کبھی خواتین نے حکمرانی نہیں کی ہے ۔ اور نہ آئندہ کبھی ایسا ہو گا اس لئے بہتری اسی میں ہے کہ تم حکومت کے خیال خام کو اپنے ذہن سے نکالدو اور اپنی زنانہ فوج کے بھروسے پر اپنی عاقبت خراب نہ کرو ۔ جب شہزادی کو وزیر کا جواب ملا ۔ تو اُسے بہت غصہ آیا اور اس نے فوراً جنگ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں اور اپنی فوج کو طلب کر کے کہا کہ آج تمہاری جان نثاری اور وفاداری کی آزمائش ہو گی اور مجھے یقین ہے کہ اس امتحان میں نیک نامی اور شہرت حاصل کرو گی ۔ مردوں کو اپنی قوت پر ناز ہے اور انکی نظروں میں ہماری کچھ وقعت نہیں ہے

لیکن انشاء اللہ ہم جلد انہیں دکھا دیں گے۔ کہ وقت پڑنے پر کیا کچھ کر سکتے ہیں۔ وہ نادان عورت پر جبر کرنے اور اسکا پیدائشی حق چھین لینے پر تلے ہوئے ہیں لیکن یہ ہرگز نہ ہوگا اور انہیں منہ کی کھانا پڑے گی میں نے جس قدر تمہاری خدمت کی اسی بنا پر مجھے یقین ہے کہ اس نازک وقت میں تم پر بھروسہ کر سکتی ہوں حاضرات نے یک زبان اس کا ساتھ دینے اور اس کی خاطر اپنی عزیز جان تک فدا کر دینے کا عہد کیا۔ اس پر شہزادی نے انہیں پانچ پانچسو کے دستوں میں منقسم کیا اور ہر ایک دستے پر ایک الگ سردار مقرر کیا اور انہیں قلعہ پر حملہ کرنے اور بغیر فتح کئے واپس نہ آنے کا حکم دیا دو دستے خزانہ پر قبضہ کرنیکیلیے روانہ کئے اور بقیہ دستوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔

شہزادی کی فوج نے زیر قلعہ پہنچکر کمندیں لگائیں اور دیواروں پر چڑھ گئیں اور اس طرح پہلے برج کو فتح کر لیا اتنے میں قلعہ کی فوج بھی سامان حرب سے لیس ہو کر مقابلہ کے لئے نکل آئی میدان کارزار گرم ہو گیا حریف سر دھڑ کی بازی لگا کر ایک دوسرے پر پل پڑے اس زور کی جنگ ہوئی کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے تلواروں کی جھنکار اور زخمیوں کی چیخ پکار نے وہ شور بے ہنگام بلند کیا کہ قیامت کا نمونہ آنکھوں کے سامنے آگیا۔ عورتیں اس شجاعت اور مردانگی سے جنگ

کر رہی تھیں کہ مردوں کے اوسان خطا ہو گئے ادھر جب شہزادی نے دیکھا کہ اس کی فوج نے خوب دادِ شجاعت دی ہے لیکن ان کی تعداد کم ہونے کے سبب انکا پلہ ہلکا ہے تو اس نے دو تازہ دم دستے ان کی مدد کے لئے روانہ کئے اب تو اس زور کا معرکہ پڑا کہ خون کی ندیاں بہ گئیں مردوں نے ہزار کوشش کی کہ زنانہ فوج کو درہم برہم کریں - مگر عورتوں نے ان کے ہر ریلے کو پسپا کر دیا۔ تین گھنٹے کی خونریز جنگ کے بعد مردوں کو مجبوراً راہِ فرار اختیار کرنا پڑی اس پر عورتوں نے تعاقب کر کے بے شمار بھگوڑوں کو قتل کیا اور ہزاروں کو گرفتار کر لیا۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس جنگ میں شہزادی کی تیرہ سو مستورات کام آئیں اور حریف کے مقتولین کا تو کچھ شمار ہی نہ تھا۔ اس واقعہ کے دوسرے دن شہزادی نہایت تزک و احتشام سے تخت پر جلوہ افروز ہوئی اور غداروں کو اپنے سامنے بلا کر خوب پشیمان کیا اور اس کے بعد شاہانہ عفو و کرم سے کام لے کر انہیں رہا کر دیا۔

امیر تیمور صاحبقران کی وفات کے بعد اسکا بیٹا میراں شاہ مسند نشین ہوا تو اسے ناگہاں گیتی آرا بیگم کا خیال آیا وہ پہلے ہی شہزادی کے حسن و جمال اور شجاعت کی داستانیں سن چکا تھا اور اسے معلوم تھا کہ شہزادی

آزادی پرست خاتون ہے اس لئے جنگ و جدل سے اس پر قبضہ کرنا غیر ممکن ہے چنانچہ اس نے شہزادی کو صلح وامن سے رام کرنے کا فیصلہ کیا اور اس پر عمل کرتے ہوئے ایک قاصد کو خلعت بیش بہا اور خط دے کر شہزادی کی خدمت میں بھیجا۔ خط کا مضمون یہ تھا۔

اے پیکر عصمت و شجاعت الفاظ میرے دل کا حال بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ مجھے تم سے ملاقات کرنے کا جسقدر شوق ہے اُسے عیاں کرنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ گو تم میرے مفتوحہ ملک پر حکمران ہو لیکن میں یہ معلوم کر کے مسرور ہوں کہ تم آزادی پرست واقع ہوئی ہو اور تمہاری رعایا دل و جان سے تمہاری مطیع و فرمانبردار ہے لیکن تمہاری طبیعت کی وسعت اور عالی حوصلگی اس بات کی متقاضی نہیں کہ تم ایسی محدود سلطنت پر قانع رہو۔ بلکہ اسے ایسی وسیع سلطنت درکار ہے جیسے کہ خدا نے مجھے عنایت کی ہے۔ تم خود معاملہ فہم اور دُور اندیش ہو اس لئے زیادہ لکھنا بے سود ہے تم میرے مطلب کو بآسانی سمجھ سکتی ہو جب میر انشاء کا قاصد خط لایا تو شہزادی نے اپنے مشیروں اور ندیموں کو جو زیادہ تر خواتین تھیں۔ بلا کر انہیں بادشاہ کے مضمون سے آگاہ کیا جس سے وہ سب مسرور ہوئیں اور انہوں نے باتفاق رائے عرض کیا کہ

شہزادی اگرچہ یہ امر ہمارے مسلک اور معاہدوں کے منافی ہے لیکن اسوقت بادشاہ خود اس امر کا ملتجی ہے اس لئے آپ کو اس موقع سے ضرور مستفید ہونا چاہیئے۔ اس کے بعد شہزادی نے بادشاہ کے خط کا جواب تحریر کیا اور چند شرائط پیش کیں جن کے پورا ہوجانے پر بادشاہ کی درخواست قبول کیئے جانے کا وعدہ کیا میرانشاہ نے شہزادی کی جملہ شرائط کو بخوشی مان لیا آخر بڑی دھوم دھام اور شان وشوکت سے سمرقند میں شہزادی کا میراں شاہ سے نکاح ہوگیا۔ میرانشاہ کے عقد میں آجانے کے بعد اس نے ملک اور رعیت کی جو زبردست خدمات انجام دیں۔ اس کا اظہار اس سے ہوسکتا ہے۔ کہ بادشاہ میرانشاہ بار بار کہا کرتا کہ اگر ملکہ گیتی نہ ہوتی میں ہلاک ہوگیا تھا۔ میرا دین ایمان اور ملک وسلطنت لٹ چکا تھا بعض اوقات ملکی انتظامات میں ایسی پیچیدگیاں پیدا ہوجاتیں کہ وزراء بلکہ بادشاہ بھی انکو حل کرنے سے قاصر رہا کرتا لیکن گیتی آرا اپنی خداداد قابلیت اور دینی بصیرت کی بناء پر انکو منٹوں میں حل کیا کرتی اس نے تعلیمات کا اچھا انتظام کرایا عورتوں کی تعلیم ہوا کرتی تھی حکومت کی حدود میں اگرچہ اسلامی قانون نافذ تھا۔ حکام کی بے اعتدالیوں سے اس میں خاصا تغیرو تبدل واقع ہوگیا تھا

اس چیز کی طرف اس نے سب سے پہلے توجہ کی اور بادشاہ نے
فرمان جاری کرایا کہ اسلامی قوانین کی شدت سے پابندی کی
جائے یہ حکام خود اسلام کے سچے خادم ہیں اور دوسروں کو
اس کی ترغیب دیں عدل اور مساوات جو اسلام کے خصوصی امتیازات
سے ہیں انکو ہر معاملہ میں پیش پیش رکھا جائے......"

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارے ملک میں ایک بار پھر شرعی احکام
کی رو دوڑ گئی اور بچہ بچہ اسلامی احکام اور اوامر سے واقف
ہوگیا اُس نے خود اپنی جیب خاص سے کئی عمدہ اور بڑے عربی مدارس
کھولے جس میں سینکڑوں طلبہ علم دین حاصل کرتے رفاہ عام کے بھی
بہت سے کام انجام دیئے کئی پل بنوائے کئی سڑکیں تعمیر کرائیں
ایک شفاخانہ وسط سلطنت میں کھلوایا گو یہ ترقی یافتہ شکل میں
نہیں تھا مگر تاہم مروجہ علاج کے لئے بہترین اور مفید تر تھا کئی
خانے جاری کرائے جہاں معذوروں اور فقراء کو مفت کھانا
تقسیم ہوتا نیز انکی ضروریات خانگی کا لحاظ رکھا جاتا - یہی نہیں
بلکہ اس نے یہ بھی کیا کہ زیادہ سے زیادہ بیکاروں کو کام پر
لگایا اور خزانہ شاہی کو امن وامان غربا کی پرورش اور رعیت کے
سکون خاطر کے لئے وقف کر دیا کہ اسلام میں حکومت اور نظام

حکومت کا یہی مقصد ہے نہ یہ کہ حکام اور امراء مزے اڑائیں اور بیچارے غریب فاقہ سے مریں۔ نان جویں کے بھی محتاج رہیں۔ وہ اسقدر بجری اور فرائض منصبی کی ادا کرنے والی خاتون تھی کہ اکثر بادشاہ کو اس کے فرائض منصبی سے آگاہ کرتی رہتی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تا کہ بادشاہ نصف شب کو جب کہ سردیوں میں آسمان برف باری کا کام کرتا ہوتا یہ لباس بدل کر رعیت کی فکر میں سمرقند کے بازاروں اور گلیوں میں مارا مارا پھرتا یہی وجہ تھی۔ کہ سلطنت کا نظام اس قدر ترقی پہ ہو گیا تھا کہ آس پاس کی بڑی بڑی حکومتیں اس سے مرعوب تھیں اور رعایا کا یہ حال تھا کہ پسینہ کی جگہ خون بہانے کو تیار تھی۔ یہ صرف اس واسطے تھا کہ اسلام کے قدم بقدم سب کچھ کیا جاتا تھا اور آج بھی اگر ویسا کیا جائے تو سینکڑوں گیتی آرا پیدا ہو سکتی ہیں جنکے وجود سے سلطنتیں چل سکیں اور عالم کے نظام میں درستی ہو سکے۔

سلطانہ رضیہؒ

ان خواتین عالم میں جنکو شہرت عام اور بقائے دوام

حاصل ہے ۔ سلطانہ رضیہ بھی ہے ۔ یہ سلطان التمش اعظم کی نور چشم اور گوشۂ جگر تھی ۔ ۱۲۳۵ء میں جب سلطان کا انتقال ہو گیا تو اس کی جگہ پر اس کا بیٹا رکن الدین تخت نشین ہوا ۔ لیکن یہ لذتوں اور عشرتوں میں اس قدر مصروف تھا کہ بہت جلد امرائے سلطنت اس سے ناراض ہو گئے اور انہوں نے اسے معزول کر کے اس کی ہونہار بہن رضیہ کو ہندوستان کے تخت و تاج کا مالک بنا دیا ۔

سلطانہ رضیہ کا تمام امراء اور شاہزادگان کی موجودگی میں تخت ہند پر رونق افروز ہونا ۔ اس کی بے انتہا قابلیت اور حد درجہ صلاحیت کی دلیل ہے ۔ تمام مورخین اس کی جہانداری اور جہانبانی پر متفق اللفظ ہیں ۔

یہ مردانہ لباس پہن کر عدالت کرتی ، بڑے بڑے مقدمات خود فیصل کرتی ۔ رعایا کی نگرانی کرتی ، لشکر اور فوج کی نہایت خاطرداری ملحوظ رکھتی (تاریخ ہند صفحہ ۲۴) غرضیکہ جس عظیم الشان طریقہ پر اس نے عورت ہو کر جہانداری اور جہانبانی کے فرائض اہم انجام دیئے وہ تاریخ نسواں میں خود اپنی مثال ہے ۔

اخلاق و عادات نہایت شجاع تھی ، نہایت عادل ، نہایت بارعب اور باہیبت تھی ۔ محرمات شرعیہ

کا اکثر خیال رکھتی تھی، صوم وصلوٰۃ کی پابند تھی، فقراء وغرباء کے واسطے خاص اہتمام کر رکھا تھا، حتےٰ کہ انکے نام رجسٹرڈ کرا دیے تھے جس سے تھوڑے سے ہی عرصہ میں تمام ملک خوشحال ہو گیا تھا، رفاہ عام کے کاموں میں اُس کو خاص دلچسپی تھی، چنانچہ اس نے اپنی قلیل مدت حکومت میں بہت سے ایسے کام سرانجام دیے تھے۔ (تاریخ ہند صفحہ ۲۸)

کاش ایسی باوصف عورتیں پھر ہم میں پیدا ہوتیں اور آج یہ بگڑی ہوئی حالت پھر سربلندیوں میں تبدیل ہو جاتی۔

چاند سلطانہ

ہندوستان کی خاک نے بڑے بڑے جواہرات پیدا کیے، جن میں چاند سلطانہ بھی ایک قیمتی اور آبدار گوہر ہے۔ یہ علی عادل شاہ کی بیوی تھی، احمد نگر کی سلطنت کی مالکہ تھی، ۱۵۹۵ء میں جب شہزادہ مراد نے اکبر بادشاہ کی ہدایت پر احمد نگر پر حملہ کیا تو ملکہ نے بڑی بہادری اور دلیری سے انکا مقابلہ کیا، ایک بار جبکہ سلطانہ کی فوجیں قلعہ بند تھیں تو مغلوں کی جم غفیر

فوجوں نے قلعے کی مضبوط دیواروں میں شگاف کر دیے، چاند بی بی، فوراً نقاب پوش خود پہن کر موقعہ پر پہنچ گئی اور اس وقت تک نہیں ہٹی جب تک کہ دیوار درست نہیں ہو گئی۔

جب مغل ایمپائر سے مقابلہ کرتے کرتے، سیسہ کی گولیاں ختم ہو گئیں تو چاند بی بی نے تانبہ کی گولیاں بنوائیں، جب تانبہ بھی ختم ہو گیا تو چاندی کی گولیاں بنوائیں جب وہ بھی ختم ہو گئیں تو سونے کی گولیاں استعمال کرائیں اور جب وہ بھی ختم ہو گئیں تو اپنا زیور تک اُتار دیا لیکن اس بہادر اور دلیر خاتون نے شکست قبول نہیں کی آخر، خود مغل سلطنت سرنگوں ہوئی اور صلح کر کے داغ ندامت دُور کیا۔ (خلاصہ تاریخ ہند مؤلفہ عبد الکریم (مصدقہ علامہ شبلی) صفحہ ۵۸)

سلطانہ کی اس شجاعت، خودداری، عزت نفس، غیرت، اور حمیت نے وہ مرتبہ قبول کیا اور درجہ شہرت حاصل کیا، جس نے صدہا برس گزرنے پر بھی، چاند بی بی کا نام روشن کر رکھا ہے۔ اور تا قیام قیامت روشن رہے گا۔ کیا دنیا کی قومیں، اس جرأت و بہادری اور عزت غیرت اور احساس خودداری کی کوئی مثال پیش کر سکے گی؟

کارنامے

مذہبی کارنامے

حضور آقائے دو عالم کی فیض تربیت سے عورتیں صرف گھر کی زینت اور ملکہ ہی نہیں تھیں۔ بلکہ وہ مذہب اور خادمانِ مذہب کا ایک اہم جزو تھیں۔ اور جب کبھی بھی اسلام اور مسلمانوں پر نازک وقت آیا تو انہوں نے اپنا سینہ سپر کر کے اسلام اور مسلمانوں کو بچایا اور مذہب کی عظیم الشان خدمات انجام دیں۔

۱ سنہ ۳ھ میں غزوہ خندق واقع ہوا اس میں حضرت عائشہؓ، حضرت ام سلیمؓ، حضرت امّ سلیط، زخمیوں کو مشک بھر بھر کر پانی پلاتی نظر آئیں۔ (صحیح بخاری)

حضرت ام سلیمؓ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور اس لئے حضور کے ساتھ ہر غزوہ میں شریک رہتی تھیں۔ (ابوداؤد جلد صفحہ ۲۵۲)

غزوہ خیبر میں حضرت اشجعیہؓ نے چرخہ کات کر مسلمانوں کی مدد کی تھی۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۷۰)

حضرت ام عطیہؓ نے متعدد غزوات میں مسلمانوں کو کھانا پکا کر خدمت
دین انجام دی تھی۔
عہدِ فاروقی میں جہاد میں عورتوں نے شرکت کر کے نہایت اہم اور شاندار
کارنامے انجام دیئے تھے۔ (طبرانی جلد ۲)
۳۵ھ میں شہادت عثمانؓ پر حضرت عائشہؓ نے ساری ہنگام
خلافت کی اصلاح کی آواز بلند کی تھی، اور گرتے ہوئے ستون کو سنبھالنے
کی کوشش کی تھی۔
اس کے بعد بھی ہر وقت اور ہر نازک موقعہ پر عورتوں نے
جو مذہب کی شاندار خدمتیں انجام دیں، تاریخ کے صفحات، اور عالم
کے نشانات اس کے شاہد عدل ہیں۔ اور دُنیا سے کبھی نہ بھلائے
جاسکیں گے

سیاسی کارنامے

اسلام نے نہ صرف عورت کو مذہب کے بعض فرائض اور
ارکان میں مردوں کے ہمسر کیا بلکہ سیاست اور تدبیر میں بھی ان کو
وہ درجہ عطا کیا جس پر مرد بھی رشک کر اُٹھے، عورت کی امان،

عورت کا معاہدہ عورت کی رائے اور عورت کے فیصلے، دربار رسالت میں منظور ہوئے۔ اور آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر مہر تصدیق ثبت فرمائی، ایک موقعہ پر حضرت ام ہانی جو حضرت علیؓ کی حقیقی بہن تھیں، کسی مشرک کو پناہ دی صحابہ نے اعتراض کیا کہ ایک پردہ نشین عورت کیا جان سکتی ہے، دوستی دشمنی کے گُر وں اور سیاست کے رازوں کو لہذا یہ پناہ ناقص ہے حضور کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ یوں گویا ہوئے۔

یَا اُمَّ هَانِئٍ! قَدْ اَجَرْنَا	اے ام ہانی ہم نے اس کو پناہ
مَنْ اَجَرْتِ وَاَمَّنَّا مَنْ	دی جس کو تم نے پناہ دی اور
اَمَّنْتِ	اس کو امن دیا جسکو تم نے
(ابوداود جلد ۲ صفحہ ۲۷)	امن دیا " (ابوداود جلد ۲ صفحہ ۲۷)

یہی وجہ تھی، وہ عورت جو عربوں کے نزدیک نہایت ناقص اور اس کا مشورہ صدا بصحرا سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا تھا دفعتاً سیاست تدبر، ملک گیری، جہانبانی میں اور جہاں آرائی میں مصروف کار ہوگئی، اور اسلام کی بابرکت تعلیمات سے عورتوں کا یہ جوہر آبدار اپنی چمک دمک دکھلانے لگا، حضرت امیر المومنین عمر فاروقؓ سے بڑھ کر سیاستدان اور کون ہوگا، مگر وہ بھی، عورتوں

کی سیاستدانی اور اصابت رائے کا اقرار کیے بغیر نہ رہ سکے۔ حضرت شفاء بنت عبداللہ ایک صحابیہ ہیں، ان کو سیاست اور رموزِ مملکت میں وہ ملکہ حاصل تھا کہ حضرت عمر بڑے اہم اور نازک موقعوں پر آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ (اسدالغابہ جلد ۵ صفحہ ۴۸۷)

پھر انہی پر موقوف نہیں اسلام کے ہر دور میں ایک سے ایک سیاستدان اور مدبر خواتین پیدا ہوئی ہیں جنکے سیاسی کارناموں سے تاریخ اسلام کے صفحات بھرے ہیں۔

زبیدہ، وردہ، بوران، عطیہ، عقیلہ، سلطانہ رضیہ، ملکہ زمانی، چاند سلطانہ، نورجہاں، جیستی آنا بیگم، اور اس قسم کی صدہا خواتین ہیں جنکی عقلمندی سیاستدانی اور رموزِ جہانداری کی مہارت کا اپنوں سے گزر کر غیروں تک پر سکہ جما ہوا ہے اور یہی وہ ہیں جنہوں نے اسلامی آداب کو پوری طرح نباہ کر ملکوں پر حکومتیں کی ہیں۔

علمی کارنامے

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اسلام درحقیقت ظلمت وگمراہی کی تاریکیوں کو بے نشان اور شقاوت ومعصیت کے آہنی قلعوں کو ویران کرنے آیا تھا اس کا مقصد وحید صرف یہ تھا کہ وہ عالم کی گھٹا ٹوپ گھٹاؤں کو اپنی بے مثال نورانیت اور لاجواب چمک دمک سے بالکل ناپید کردے اور حسنات وخیرات فضائل وکمالات کی ضیا باریوں اور شعاع پاشیوں کو اس قدر عام کرے کہ عالم کا کوئی طبقہ بلکہ کوئی گروہ اور کوئی صنف ونوع تک اس سے استفادہ کئے بغیر نہ رہ جائے اور محرومی و مایوسی سے دوچار نہ ہونے پائے اسلام کے یہی فیوض وبرکات تھے کہ جن سے مستفید ہو کر ایک طرف فساق وفجار جاہل وسرکش ننگ انسانیت اور درندہ صفت ہر وہ کہ جن کی شقاوتوں سے چاند سورج لرزہ انگیز اور جن کی شرارتوں اور خیانتوں سے زمین وآسمان زلزلہ خیز تھے۔ چند ہی دنوں میں علم وفضل عروج وکمال تمدن ومعاشرت اخلاق وحسن عمل کے لیے آفتاب عالم تاب ثابت ہوئے کہ جس کی روشنی سے عالم جگمگا اٹھا اور تا قیام قیامت اسی طرح جگمگاتا رہے گا۔

دوسری طرف مذہب حقہ کے انوار ومعارف سے مظلوم عالم "صنف نازک" بھی اس قدر منور اور مستفیض ہوئی کہ ایک نہایت معمولی عرصہ میں اس کی علمی اور عملی، اخلاقی اور تمدنی خوبیوں کا طوطی بولنے لگا۔

اور اس کا لاجواب عروج و کمال اور بے مثال صفات عالیہ ہمدوش ثریا نظر آنے لگیں۔ ہم اس جگہ مسلمان عورتوں کے اور تمام کمالات اور خوبیوں کا تذکرہ نہیں کرنا چاہتے اور نہ اس مختصر سی صحبت میں کرہی سکتے ہیں۔ بلکہ اس جگہ اُنکے علمی کمالات کا صرف ہلکا سا خاکہ پیش کر دینا مقصود ہے تاکہ ہماری مسلمان بہنیں اس امر کا اندازہ لگا سکیں کہ گذشتہ زمانہ میں عورتیں تحصیل علم میں کیسی کیسی کوشش کرتی تھیں؛ اور پھر علم و فضل عروج و کمال کے کن کن مناصب پر گامزن ہوا کرتی تھیں!! فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔

علوم قرآن

مسلمان عورتوں کے لئے سب سے زیادہ جو چیز قابل توجہ اور لائق اعتناء ہونی چاہیئے وہ اسلامی علوم و فنون ہیں چنانچہ گذشتہ زمانہ میں جب کہ ہماری قسمت کا ستارہ عروج پر تھا مسلمان مردوں کے دوش بدوش مسلمان عورتیں بھی علوم و فنون کی تحصیل میں نظر آتی تھیں اور ایک پر تفوق اور امتیازی شان پیدا کرنے کی کوشش اور جدوجہد کیا کرتی تھیں آنحضرت صلعم کے مبارک دور ہی سے عورتوں کے اندر قرآن شریف حفظ کرنے کا ذوق پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ بخاری شریف کی مشہور شرح فتح الباری میں یہ روایت موجود ہے کہ اسوقت عورتوں میں

حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، ام سلمہؓ، اور حضرت ام ورقہؓ پورے قرآن شریف کی حافظہ تھیں۔ (فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۴۷) اس وقت سے اسلام کے مختلف دور میں بے شمار حافظہ ہوتی رہیں اور آج بھی الحمدللہ بے شمار عورتیں حافظہ قرآن موجود ہیں جس کی مثال کسی اور قوم کسی اور مذہب میں مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن اور بالکل ناممکن ہے۔

علم تفسیر

اس کے علاوہ حضرت ہند بنت اسیدؓ، ام ہشامؓ رائطہ بنت حیانؓ اور حضرت ام سعد بنت سعدؓ قرآن کے اکثر حصوں کی حافظہ تھیں اور قرآنی علوم و فنون میں اچھی خاصی مہارت رکھتی تھیں حضرت ام سعدؓ کو تو اس قدر مہارت تھی کہ آپ قرآن کا درس بھی دیا کرتی تھیں جن سے عورتیں اور مرد برابر سے مستفید ہوا کرتے تھے (اسدالغابہ جلد ۵ صفحہ ۵۸۶) مگر ان سب میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا پایہ سب سے بلند ہے آپ قرآن کریم کی حافظہ ہونے کے علاوہ بے مثال مفسرہ بھی تھیں حدیث کی معتبر ترین کتاب مسلم شریف کے آخر میں آپ کی تفسیر کا معتدبہ حصہ منقول ہے قرآن اور تفسیر کے علاوہ دیگر دینی علوم میں بھی عورتیں اچھی طرح دسترس رکھتی تھیں جس کی تفصیل ہم اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

علم حدیث کس قدر مشکل اور اہم فن ہے مگر الحمد للہ اس کا اکثر و بیشتر حصہ ہماری مقدسات اسلام ہی کا رہین منت ہے، چنانچہ حدیث کے رواۃ میں سب سے زیادہ ازواج مطہرات اور ان میں بلکہ سارے راویوں میں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ام سلمہؓ ہی کو ہم پاتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ سے جو روایتیں منقول ہیں ان کی مجموعی تعداد دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ کے بعد سب سے زیادہ ہے (ابن سعد قسیم ۲ جلد ۲ صفحہ ۱۲۶)

اسکے علاوہ بھی اسلام میں بہت ہی بلند پایہ محدثہ اور نافدہ حدیث گذری ہیں۔ چنانچہ حضرت ام عطیہؓ، حضرت اسمار بنت ابی بکرؓ۔ حضرت ام ہانیؓ اور حضرت فاطمہ بنت قیسؓ وغیرہ کا خاص طور سے نام لیا جاتا ہے کہ جو اپنی بے پناہ قابلیت اور بے حد و حساب لیاقت میں شہرہ آفاق تھیں۔ (استیعاب)

علم فقہ اس باریک علم میں بھی مسلمان عورتوں نے بہت کافی ناموری حاصل کی چنانچہ حضرت عائشہؓ ہی کے فتاوے کا ذخیرہ اسقدر زیادہ ہے کہ اگر اس کو یکجا جمع کیا جائے تو کئی ضخیم اور موٹی جلدیں تیار ہو جائیں اس علم میں تو آپ کو اسقدر مہارت تھی کہ بعض

خلفاء راشدین کو بھی بعض مبہم مسائل میں آپ ہی کی طرف رجوع ہونا پڑتا۔ اور زانوئے شاگردی تہ کرنا پڑا ہے۔ (طبقات ابن سعد اور مسند ابن حنبلؒ)۔

آپ کے علاوہ جن بزرگ ہستیوں نے اس فن میں بہت زیادہ شہرت اور کمال حاصل کیا ان کے کل حالات اور علمی کمالات کا پورا پورا تذکرہ تو بہت دشوار ہے ہاں ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

حضرت ام سلمہؓ، حضرت صفیہؓ، ام حبیبہؓ، جویریہؓ، میمونہؓ، حضرت فاطمۃ الزہرا، ام شریکؓ، ام عطیہؓ، حضرت اسماءؓ، لیلیٰ بنت قائفؓ، خولہ بنت تویتؓ۔ ام الدرداءؓ، عاتکہ بنت سہیلؓ، فاطمہ بنت قیسؓ، زینب بنت اسلمہؓ، ام ایمنؓ وغیرہ ہیں۔

یہی وہ بزرگ ہستیاں ہیں کہ جنکے علمی کمالات اور فقہی اجتہادات سے اسلامی علوم کا دفتر مالا مال ہے۔ (طبقات)

علم الرؤیا والاسرار

ان علوم میں بھی مسلمان عورتوں کو پوری پوری واقفیت تھی چنانچہ حضرت ام سلمہؓ علم اسرار (یعنی بھید اور پوشیدہ امور کا اعلان واظہار) میں خاص شہرت اور امتیازی شان رکھتی تھیں (ابن سعد) اور تعبیر رویا میں اسماء بنت

عمیسؓ کو ملکۂ تامہ حاصل تھا (اصابہ جلد ۸ صفحہ ۱۲ تذکرہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ)
ان علوم اور مہتم بالشان فنون میں اور عورتیں بھی شہرۂ آفاق ہیں مگر ہم اس جگہ اختصار کے خیال سے نظر انداز کرتے ہیں ۔

فن خطابت و شاعری

خطابت اور شاعری خطۂ عرب کا مخصوص جوہر تھا ۔ اسلام نے اس جوہر کو فنا ہونے نہیں دیا بلکہ اپنی بے مثال تعلیمات اور لاجواب احکام واوامر کے ذریعہ سے اس کو اور زیادہ ابھرنے کا موقعہ دیا ۔ چنانچہ کچھ ہی دنوں میں عورتیں بہترین عالمہ ، مفسرہ اور لاجواب معلمہ اور محدثہ ہونے کے علاوہ بے مثال خطیبہ اور نادر الوجود شاعرہ بھی ہونے لگیں ، تاریخ میں حضرت اسماء بنت سکن ایک لائق اور بے مثال مقررہ اور خطیبہ کا درجہ رکھتی تھیں اور خطابت میں آپ کا اسم گرامی جلی حرفوں سے لکھا جاتا ہے ۔ اسی طرح فن شاعری میں بھی عورتوں کے کمالات بہت قیمتی ہیں اور بہترین شعراء اور نغز گو حضرات کی صف میں عورتوں کے ایک بڑے حصہ کو ہم بہت ہی بلند مرتبہ پر پاتے ہیں ۔ چنانچہ تاریخ کا یہ مسلمہ فیصلہ ہے کہ ، خنساء ۔ سعدیؓ ، صفیہؓ ، عاتکہؓ ۔ امامہؓ ، ہندہؓ ، زینبؓ ، ہند بنت اثاثہؓ ۔ ام ایمنؓ ۔ قتیلہؓ ، کبشہؓ ، میمونہؓ ، بلویہؓ ، رقیقہؓ ، اروئیؓ وغیرہ جیسی شاعرہ اب تک کسی قوم میں نہیں پیدا ہوئیں ۔ یہ فخر اسلام

کو اور صرف اسلام ہی کو حاصل ہے ۔ (اصابہ جلد ۸ صفحہ ۹۲)

ہمارے پاس وقت نہیں ورنہ ہم ہر ایک کے کلام پر کچھ تنقید بھی لکھتے اور ثابت کرتے کہ موجودہ شعراء انہیں کے خوشہ چیں ہیں

طبابت و جراحی

میں بھی عورتوں نے بہت زیادہ امتیاز پیدا کیا ۔ چنانچہ ام سلمہؓ ۔ رفیدہؓ ۔ ام مطاعؓ جمنہؓ ، معاذہؓ ، لیلیٰؓ حضرت ربیعہؓ وغیرہ اس میں خاص طور پر مشہور ہیں ۔ (تاریخ بلاذری)

کچھ اور عالم عورتیں

پھر انہی مقدس حضرات پر ہی مسلمان عورتوں کے علمی کارناموں کی فہرست تمام نہیں ہو جاتی بلکہ ان کے ان کارناموں سے اسلام کا دفتر بھرا ہے کیونکہ علم وہ جوہر اور شرف کمال ہے جو ذلیل کو عزیز اور ادنیٰ کو اعلیٰ کرتا ہے ۔ اور علم ہی وہ تمغہ ہے ، جس سے انسان کا حقیقی عزو مرتبہ والبستہ ہے ، عورتوں میں اب علم کا ذوق کم ہو گیا ہے ، اور اگر کچھ ہے بھی تو مغربیت اور لامذہبی کا ۔ لیکن تاریخ اسلام میں بے شمار واقعات ایسے ملتے ہیں جس سے اس زمانہ کا ذوق

علمی ظاہر ہوتا ہے اور شاندار علمی کارناموں کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت حافظ ابن عساکر جلیل القدر محدث ہیں فرماتے ہیں میری اساتذہ میں اسّی سے زیادہ خواتون ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد ۴ صفحہ ۱۲۳)

حفید ابن زہیر کی بہن زبردست طبیب اور حکیم تھیں خلیفہ منصور کے گھر کا علاج ان کے سپرد تھا۔ علامہ ابن ابی اصبعیہ کا بیان ہے کہ وہ یعنی اخت حفید معالجات کی عالمہ تھیں۔ اور امراض نسوانی کی فاضلہ تھیں۔ (عیون الانبأ جلد ۲ صفحہ ۷۰)

امام یزید بن ہارون کی لونڈی اس قدر محدثہ تھیں کہ وہ آپ کو جب آپ نابینا ہو گئے تھے حدیثیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرتی تھیں۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد ۱)

اسی طرح حضرت امام بخاری کی والدہ حضرت علامہ ابن جوزی کی پھوپھی حضرت علامہ ابن سماک کوفی کی جاریہ، حضرت امام ربیعۃ الرائے کی والدہ وغیرہ وہ معزز اور قابل فخر خواتین ہیں۔ جن کے تذکروں سے علمی دفتر بھرے ہیں۔ مگر ان سب کو بنظر اختصار حذف کرتے ہیں۔ کاش وہ زمانہ پھر آتا اور علم دین کا حقیقی ذوق ہماری محترم بہنوں کے دل میں پیدا ہو جاتا۔

اخلاقی کارنامے

اخلاق انسان کا وہ فطری جوہر ہے جس سے اسکو اپنے ہم چشموں میں اعزاز اور بزرگی کا اعلےٰ درجہ ملتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَحْسَنُکُمْ اَحْسَنُکُمْ خُلُقاً۔ — تم میں سب سے زیادہ اچھا وہ ہے جو سب سے زیادہ اچھا ہو اخلاق میں "طبرانی شریف"

اور ایک موقعہ پر یہ بھی فرمایا:۔

اَفْضَلُ النَّاسِ مَنْ اَفْضَلُھُمْ خُلُقاً۔ — تمام لوگوں میں سب سے افضل وہ ہے جو زیادہ اعلیٰ ہو اخلاق میں"

حضور نے خود اپنی تشریف آوری کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں بتایا کہ بزرگ اور اعلےٰ اخلاق کی تکمیل فرمایا۔ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ میں بھیجا گیا ہوں تاکہ بزرگ اخلاق کو مکمل کروں (ترمذی شریف)

ایک بار حضور کے دربار میں ایک سوال پیش ہوا۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے پڑوس میں دو عورتیں رہتی ہیں۔ ایک نہایت عبادت گذار اور رات بھر نماز و ن

بھر روزہ رکھنے والی ہے لیکن سخت بد مزاج ہے۔ دوسری صرف
فرضوں اور سنتوں پر کفایت کرنے والی ہے مگر نہایت خلیق ہے
ارشاد ہوا کہ سب سے پہلے جنت میں کون جائے گا، حضور نے
فرمایا وہ جس کے اخلاق عمدہ ہوں۔ (مسند احمد حنبل)
غرضیکہ اخلاق ہی وہ فطری جوہر ہے کہ اگر وہ کسی میں نہ ہو تو ہزارہا
کمالات کے باوجود وہ کم مرتبہ اور غیر محبوب خدا و رسول اور خلق
خدا ہے۔ مگر جو اخلاق کریمہ سے متصف ہے، اگرچہ اس کے اندر
کوئی زیادہ کمالات نہ ہوں مگر وہ خدا اور خلق خدا کے نزدیک
نہایت معزز اور بزرگ اور مقبول و محبوب ہے۔
اس دولت گراں مایہ سے جہاں مسلمان مرد سرفراز ہوئے تھے
عورتوں کو بھی خزانہ اسلام سے وافر درجہ عنایت ہوا تھا چنانچہ ملاحظہ ہو۔

فیاضی اور سخاوت

اخلاق بزرگ کا ایک اعلٰے درجہ ہے مسلمان
عورتیں اس میں بھی باکمال تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضہ

آپ کی فیاضی اور سخاوت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے پاس جو کچھ

آتا اُسے صرف فرما دیتیں ۔ حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ نے آپ کو اتنی فیاضی اور دریا دلی سے روکنا چاہا تو آپ اس قدر خفا ہوئیں کہ اُن کے کلام پر قسم کھالی ۔ (بخاری کتاب المناقب)

حضرت عائشہؓ کی خدمت میں ایک صحابی حاضر ہوئے تو آپ نے اُن سے دریافت فرمایا کہ تمہارے کوئی لڑکا ہے ؟ بولے نہیں فرمایا میرے پاس جب روپیہ ہوگا تو میں تمہیں روپیہ دوں گی تو اُس سے لونڈی خریدنا تاکہ تمہارے اولاد پیدا ہو چنانچہ اسی روز حضرت معاویہؓ کے یہاں سے دس ہزار روپیہ آگئے آپ نے فرمایا کس قدر جلد میری آزمائش ہوئی چنانچہ اسی وقت ان صحابی کو بلوا کر اس کثیر رقم کو انکے حوالہ کر دیا ۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت اسماءؓ

آپ کی بہن ہیں وہ ان سے بھی زیادہ سخی اور فیاض واقع ہوئی تھیں ۔ انکا روز کا دستور یہ تھا کہ جو کچھ روزانہ انہیں ملتا شام تک سب خرچ کر دیا کرتی تھیں ۔ (ادب المفرد)

حضرت زینبؓ

آپ کی فیاضی کا کیا کہنا؟ آپ کی یہ حالت تھی کہ کام کر کے جو کچھ روپیہ پیدا کرتیں۔ اُسے مدینہ کے مسکینوں اور بیواؤں پر صرف فرمایا کرتی تھیں۔ (اصابہ تذکرہ حضرت زینبؓ)

خودداری

حضرت فاطمہؓ جگر گوشۂ رسول محبوب کام کرتے کرتے عاجز اور پریشان ہو گئیں چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ پڑ گئے اور جھاڑو دیتے دیتے کپڑے بالکل سیاہ ہو گئے تو ایک روز اپنے والد محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک لونڈی مانگنے کی غرض سے حاضر ہوئیں مگر چونکہ وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے اس لئے شرم سے واپس چلی آئیں۔ اور ایسی شدید ضرورت پر بھی مانگنا گوارا نہ فرمایا (ابو داؤد)۔

صبر و ثبات

"صبر و ثبات انسان کیلئے نہایت گرانقدر وصف ہے بہت کم لوگوں میں ایسے فضائل پائے جاتے ہیں مگر فیضان صحبت نبوی کی وجہ

اس عہد کی عورتیں اس وصف سے کامل طور پر متصف تھیں حدیث میں آیا ہے کہ مردوں پر مدتوں نوحہ کرنا بال نوچنا کپڑے پھاڑنا اور گالوں پر طمانچہ مارنا امر جاہلیت سے ہے۔ اس کے علاوہ بھی ان امور کی سخت سے سخت وعید آئی ہیں۔ اس لئے صحابیات ان باتوں سے کوسوں دور رہا کرتی تھیں۔

حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ

آپ کے صبر و ثبات کا یہ عالم تھا کہ اس وقت جبکہ حجاج سنگدل و جفا شعار نے آپ کے نور نظر اور لخت جگر حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کو شہید کر کے ایک بلند مقام پر لٹکا دیا تھا۔ اسی حالت میں کئی دن گذر گئے تھے جس سے نعش مبارک میں سخت بدبو پیدا ہو گئی تھی۔ کوے اور دیگر پرند گوشت نوچ نوچ کر کھا رہے تھے۔ یہ وہ دردناک اور المناک منظر تھا کہ لوہے کا دل رکھنے والا انسان بھی اس کے دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتا تھا۔ ایک روز اتفاقاً آپ کا ادھر سے گذر ہوا آپ اس وقت اگرچہ بہت بوڑھی ہو گئی تھیں اور کبر سنی کی وجہ سے

انتہا سے زیادہ ضعیف مگر صدیقی خون آپ کے رگ و ریشہ میں اب بھی تیزی کے ساتھ دوڑ رہا تھا۔ اپنے دل کے ٹکڑے آنکھ کے نور اور بڑھاپے کے سہارے کو اس حالت میں لٹکا ہوا دیکھا تو آپ نے اس زبردست اور فقید المثال صبر و ثبات کا نمونہ پیش کیا کہ جو یقیناً اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ آب زر سے لکھا جائے گا۔ نہایت خندہ پیشانی سے نعش کی طرف مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا "آج کئی دن گزر گئے مگر ابھی تک یہ شہسوار اپنے گھوڑے پر سوار ہے"۔

اس کے بعد نہایت خاموشی سے آگے بڑھی چلی گئیں کاش اس واقعہ سے ہمارے زمانہ کی عورتیں درس عبرت حاصل کریں

زہد و تقویٰ

حضرت حفصہ رض

آپ حضرت عمر فاروق رض کی گوشہ جگر اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ تھیں آپ میں جہاں اور اوصاف موجود تھے وہاں زہد اور نیک طبعی سے بھی آپ کا دامن اخلاق مالا مال تھا۔ چنانچہ مؤرخ ابن سعد کی رائے ہے کہ

إِنَّهَا كَانَتْ صَوَّامَةً قَوَّامَةً یعنی حضرت حفصہؓ صوم وصلوٰۃ کی بہت ہی پابند تھیں۔ (ابن سعد)

حضرت زینبؓ

آپ بھی ایک بلند مرتبہ صحابیہ ہیں۔ اور آنحضرت کی ازواج مطہرات میں ہونے کا شرف حاصل ہے طبعاً نہایت نیک اور اخلاقاً بہت شریف تھیں۔ زہد و ورع آپ کی طبیعت ثانیہ اور تقویٰ و عبادت آپکا خمیر تھا۔ حضرت عائشہؓ اگرچہ آپ کی سوکن ہیں اور ایک حد تک آپ کی حریف بھی۔ مگر آپ کے زہد و تقویٰ کی تعریف کرے بغیر نہ رہ سکیں فرماتی ہیں کہ زینبؓ نہایت ہی نیک اور پارسا بی بی تھیں نیز ایک بہت بڑے اسلامی مورخ کا بھی آپ کے بارے میں یہی خیال ہے۔

حضرت ام سلمہؓ

آپ بھی ازواج مطہرات میں سے ہیں اللہ تعالےٰ نے

آپ کو بہت ہی پارسا اور زاہدہ بنایا تھا۔ دن رات کے اکثر و بیشتر اوقات اللہ تعالےٰ کی عبادت و ریاضت میں کٹتے اور بسر ہوتے تقوےٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک بار آپ ایک ہار پہنے ہوئے تھیں جس میں سونے کا کچھ حصہ شامل تھا آنحضرت نے اسے دیکھ کر آپ سے اعراض سا فرمایا تو آپ نے اسی وقت ہار کو گلے سے اُتار کر حقارت سے زمین پر پھینک دیا اور اس کے بعد سے پھر کبھی اس قسم کی چیزوں کو ہاتھ نہیں لگایا۔ (بخاری شریف)

حضرت جویریہؓ

آپ کے زہد و عبادت کا یہ حال تھا کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو مسجد سے ہو کر گذرے تو دیکھا کہ یہ عبادت میں مشغول اور دُعا و مناجات میں مصروف ہیں پھر جب دوپہر میں آپ واپس آئے تو بھی دیکھا کہ آپ انہیں چیزوں میں ہمہ تن مشغول و منہمک ہیں۔ (ترمذی صفحہ ۵۹۰)

حضرت میمونہؓ

کے تقویٰ کو حضرت عائشہؓ کی زبانی سنیئے فرماتی ہیں کہ "اِنَّهَا مِنْ أَتْقَانَا لِلّٰهِ" وہ ہم میں سب سے زائد متقی اور پرہیزگار تھیں۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت فاطمہؓ

جگر گوشۂ رسالت کے زہد اور تقویٰ سنجیدگی اور نیک طبعی کا کیا کہنا، آپ بہت زیادہ سنجیدہ اور عبادت گذار تھیں۔ زہد اور نیکی آپکا شعار اور عبادت و ریاضت آپکا شغلہ تھا یہ نیک طبعی اور زہد ہی کا نتیجہ تھا کہ اگرچہ آپ سید الکونین کی بیٹی اور اسد اللہ کی بیوی تھیں مگر چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ اور مشک لاتے لاتے سینہ سیاہ ہو گیا تھا۔ (اصابہ تذکرۃ الصحابہ)

باہمی اعانت اور ہمدردی

مقدسات اسلام بہت بڑے خلق پر قائم تھیں اس لئے وہ کسی کو رنج والم میں نہیں دیکھ سکتی تھیں بلکہ وہ کسی نہ کسی طرح اُس کی

اعانت و ہمدردی کا کام انجام دیا کرتی تھیں ۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کو روٹی پکانا نہیں آتی تھی، تو ان کی ہمسایہ بہنیں آتیں اور روٹی پکا جایا کرتیں ۔ (مسلم جلد ۲)

حضرت ام الدرداءؓ } آپ کے اندر یہ جذبہ اس قدر کارفرما تھا ایک بار ایک شخص کی بیوی بیمار تھیں وہ آپکے پاس آتے اور کُل ماجرا بیان کیا آپ نے اسی روز سے یہ معمول اختیار کر لیا کہ ہر روز انکو کھانا کھلائیں اور انکے گھر بھر کا کام انجام دے آیا کرتی تھیں ۔ (ادب المفرد)

تیمارداری

عبادت اور تیمارداری انسان کے اخلاقِ حسنہ اور اوصاف حمیدہ سے ہیں صحابیاتؓ چونکہ گنجینۂ حسنات تھیں اسلئے انکے اندر یہ وصف بھی کامل طریقہ پر موجود تھا حضرت زینبؓ جب مرض الموت میں بیمار پڑیں تو حضرت عمرؓ نے ازواج مطہرات سے دریافت کرایا کہ ان کی تیمارداری کون کریگا ۔ ان سب نے بیک زبان ہو کر جواب دیا ہم

حضرت ام العلاءؓ } اسی طرح جب حضرت عبداللہ بن مظعونؓ بیمار پڑے تو حضرت ام العلاء اور انکے کل خاندان نے انکی نہایت بے جگری اور دلسوزی سے تیمارداری کی اور اس کی فضیلت سے شرفیاب ہوئیں ۔

اعزار سے محبت | اسلام کا یہ مقدس گروہ اپنے اعزار اور اقربا سے بہت زیادہ محبت رکھتا تھا۔

حضرت عائشہ رضؓ

حضرت عبداللہؓ بن ابی بکرؓ کا جب انتقال ہوا تو حضرت عائشہؓ مدینہ سے مکہ تشریف لائیں اور فرطِ محبت سے انکی قبر پر یہ دردناک مرثیہ پڑھا جس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں۔

وَكُنَّا كَنَدْمَانَيْ جَذِيمَةَ حِقْبَةً مِنَ الدَّهْرِ حَتّٰى قِيلَ لَنْ يَتَصَدَّعَا	یعنی ہم دونوں ایک مدت تک جذیمہ کے ہمنشینوں کی طرح ہمنشیں رہے یہانتک کہ لوگوں نے کہہ دیا کہ اب یہ جُدا نہیں ہو سکتے ہیں"
فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَأَنِّي وَمَالِكًا لِطُولِ اجْتِمَاعٍ لَمْ نَبِتْ لَيْلَةً مَعًا	یعنی مگر جب جدائی ہوئی تو اس طور پر کہ گویا ہم نے اور مالک نے ایک رات بھی ساتھ نہیں بسر کی تھی"۔ (ترمذی جلد ۲)

حضرت فاطمہؓ آپ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ جب حضرت رقیہؓ کا

انتقال ہوا تو آپ ان کی قبر پر دوڑی گئیں اور اسقدر روئیں کہ سسکیاں بندھ گئیں ۔ (مسند ابو داؤد صفحہ ۳۱۵)

اسیطرح آنحضرت صلعم کی بیماری میں اور اسکے بعد بھی آپ نے عظیم الشان جذبہ محبت کا ثبوت دیا تھا۔

حضرت صفیہؓ آپ بہت زیادہ رقیق القلب تھیں اسلئے فطرتاً آپکو اپنے اعزا و اقربا سے بہت زیادہ محبت اور ہمدردی تھی شوال ۳ھ میں جب غزوۂ اُحد واقع ہوا اس میں آپ کے محبوب بھائی حضرت حمزہؓ نے شربت شہادت نوش فرمایا اور آپ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ انکی نعش کو پہچاننے کیلئے شہادت گاہ آئیں لوگوں نے انکی پریشانی کے خیال سے نہیں بتلایا مگر جب آپ بہت زیادہ پریشان ہوئیں تو آپ کو بتلا دیا گیا۔ نعش دیکھتے ہی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہا اور زار و قطار رونے لگیں ۔ (طبقات ابن سعد)

یتیموں کی پرورش

اسلام نے یتیموں کی پرورش کے بارے میں بڑے اجر اور بہت بڑی فضیلت بیان کی ہے صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اور یتیموں کی پرورش کرنے والے جنت میں اسطرح ملے ملے رہیں گے جیسے ہاتھ کی دو انگلیاں ۔ (بخاری صفحہ ۲)

اس لئے مقدسات اسلام اس فضیلت کو اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دیتی تھیں بلکہ اُسے اپنا عین فرض تصور کرتی تھیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

حضرت زینبؓ

آپ کا یہ عالم تھا کہ زیر تربیت ہمیشہ متعدد یتیم رہا کرتے تھے۔ آپ ان کی خدمت اس قدر دل سوزی اور بے جگری سے کرتیں کہ لوگوں کو رشک آتا مال میں دولت میں کھلانے میں پہنانے میں خرچ میں غرض کسی چیز میں وہ بند نہیں رہتیں۔ چنانچہ اسی جذبہ کے زیر تحت ایک بار آپ نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ میں اگر یتیموں پر صدقہ کروں تو کیا اسکا ثواب مجھ کو ملیگا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ (بخاری شریف جلد ۱)

حضرت عائشہؓ) آپ کو جہاں اللہ تعالےٰ نے اور بہت سی خصوصیات اور امتیازات سے آراستہ و پیراستہ کر کے خاکدان فانی کی طرف بھیجا تھا۔ آپ میں ایک خصوصیت یہ بھی تھی۔ کہ آپ یتیموں کی پرورش کرتیں اور جس قدر خدمت ہو سکتی اس سے دریغ

نہ فرمائیں۔ چنانچہ جب آپ کے بھائی محمد بن ابی بکرؓ کے بچے یتیم ہو گئے تو آپ ہی نے ان کی پرورش اور تربیت فرمائی تھی۔ (موطا امام مالکؒ)

حضرت ام حبیبہؓ

آپ حضرت معاویہؓ کی بہن۔ سفیان بن حربؓ کی بیٹی اور سب سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیوی ہیں بہت ہی نیک خاتون ہیں یتیموں کی پرورش کا اس قدر جذبہ تھا کہ تلاش کر کرکے یتیموں کی پرورش فرمایا کرتی تھیں۔ ایک بار ایک صحابی کا انتقال ہوا تو ان کی بیوی بچوں کو لے کر آپ کے پاس روتی ہوئی آئیں۔ اور کل ماجرا بیان کیا آپ نے اسی وقت ان بچوں کو اپنی تربیت میں لے لیا۔ اور جب تک وہ بڑے نہیں ہو گئے برابر ان کی پرورش کرتی رہیں۔ (اسد الغابہ)

شوہر سے محبت اور اس کی اطاعت

اسلامی اخلاق میں سے شوہر کی اطاعت اور اس سے محبت بھی ایک گرانقدر نیکی شمار کیا جاتا ہے اس چیز

کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے۔ کہ حدیث میں آیا ہے کہ اگر اللہ کے سوا کسی کو سجدہ جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں۔ ایک جگہ اور ارشاد ہوتا ہے کہ جس عورت کے شوہر نے اس سے ناراض ہو کر رات گذاری تو اللہ تعالے قیامت کے روز اس کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھے گا۔ (حدیث)

اس بنا پر عہدِ رسالت کی مقدس عورتیں اپنے ازواج سے غایت درجہ محبت اور حد درجہ اطاعت فرمایا کرتی تھیں۔ ایک روز ایک بی بی حضرت عائشہ کے پاس نہایت پراگندہ صورت میں آئیں۔ اور ان کے توسط سے آنحضرت صلعم کی خدمت مبارک میں شکایت کی کہ میرے شوہر میری طرف بالکل توجہ نہیں کرتے آپ نے اُنسے فرمایا کہ جاؤ تم ان کی خدمت و اطاعت کئے جاؤ انہوں نے ایسا ہی کیا یہانتک کہ خود انہیں اپنی بیوی کی تکلیف کا احساس ہو گیا (اسد الغابہ)

حضرت حمنہ رض

ان کو اپنے شوہر سے اس قدر محبت تھی کہ جب ان کی شہادت

کی خبر ملی تو فرطِ محبت کیوجہ سے چیخ اٹھیں ۔ (سنن ابن ماجہ)
حضرت عاتکہؓ (۲) آپکو اپنے پہلے شوہر حضرت عبداللہؓ بن ابی بکرؓ سے نہایت محبت تھی، چنانچہ جب وہ طائف میں شہید ہوگئے تو انہوں نے ایک درد انگیز مرثیہ کہا جس کا ایک شعر یہ ہے ۔

فَاٰلَیْتُ لَا تَنْفَکُّ عَیْنِیْ حَزِیْنَۃً
عَلَیْکَ وَلَا یَنْفَکُّ جِسْمِیْ اَغْبَرَا

پس میں نے قسم کھائی ہے کہ تیرے غم میں میری آنکھیں ہمیشہ پُرنم اور میرا جسم ہمیشہ غبار آلودہ رہے گا ۔ (اسد الغابہ)

ان مقدس خواتین انہی اعمال و کارناموں کی برکت سے خدا نے انکو یہ رتبہ اور درجہ عنایت فرمایا ہے کہ آج صدہا برس گذرنے کے بعد انکا نام اور کام زندہ اور تا قیام قیامت زندہ و جاوید رہے گا ۔ رضی اللہ عنہن

جنگی کارنامے

درحقیقت اسلام نے اپنی سچی تعلیمات کے ذریعہ سے اپنے

پرستاروں میں شوقِ جہاد کا کچھ ایسا سبق پڑھایا تھا کہ ہر شخص دنیاوی زندگی کو ہیچ اور اخروی زندگی کو سب کچھ سمجھتا تھا۔ اس لیے ان میں کا ہر فرد اپنی حیاتِ مستعار سے کنارہ کش اور ابدی دائمی زندگی کا طالب رہا کرتا تھا۔ عورتوں میں بھی جہاد کی ولولہ انگیز سپرٹ اپنی پوری قوت و رفتار سے کارفرما تھی۔ جب بھی اس قسم کا کوئی موقع مل جاتا دل و جان سے وہ اپنی حیاتِ دنیا کو الوداع اور ابدی زندگی کے حاصل کرنے میں منہمک و مشغول ہو جایا کرتی تھیں۔

حضرت ام ورقہؓ بنت نوفلؓ

ایک بزرگ ترین صحابیہ ہیں نہایت عابدہ و زاہدہ اور اسلام کی سچی خادمہ تھیں۔ آپ ہمیشہ دنیاوی زندگی سے عاجز اور اخروی زندگی کی طالب رہا کرتی تھیں۔ اور ہر وقت کسی ایسے موقع کی تلاش میں رہا کرتی تھیں۔ کہ جن میں انہیں شربتِ شہادت نوش کرنے کا موقعہ ہاتھ لگے۔ چنانچہ رمضان سنہ ۲ھ میں غزوۂ بدر واقع ہوا تو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی دلی تمنا یعنی شرکت جہاد فی سبیل اللہ کی درخواست ان مخلصانہ الفاظ میں پیش

کی . . . . .

مجھے شریک جہاد ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے
میں مریضوں کی تیمارداری کروں گی۔ شاید مجھے بھی درجۂ شہادت
حاصل ہو جائے۔ (سنن ابو داؤد)
آپ نے کچھ وقتی مصالح اور اسباب کی بنا پر انہیں شرکت
جہاد کی اجازت نہیں مرحمت فرمائی بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ تم گھر ہی
میں رہو اللہ تعالیٰ تم کو اس میں شہادت دیگا" چنانچہ یہ آپ کی
پیشین گوئی سچی ثابت ہوئی اور کچھ عرصہ کے بعد آپ کے دو غلاموں
نے آپ کو شہید کر دیا اور اس سے آپ کی دیرینہ تمنا برآئی

حضرت ام حرام بنت ملحانؓ

مشہور صحابیہ حضرت انس بن مالکؓ کی حقیقی خالہ ہیں۔ آنحضرت
صلعم آپ کو بہت مانا کرتے تھے اکثر اوقات آپ کے گھر
تشریف لے جاتے اور آرام بھی فرمایا کرتے تھے۔ آپ بھی
ہمیشہ جام شہادت پینے کے لئے بے تاب رہا کرتی تھیں۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے یہاں آرام فرما رہے تھے کہ سو کر اٹھے تو آپ کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگے انہوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ کیوں مسکرا رہے ہیں فرمایا کہ مجھ پر میری امت کے کچھ لوگ پیش کئے گئے جو بحری غزوہ میں شریک ہونگے اور وہ مثل بادشاہ اور شہنشاہ ہونگے آپ نے فوراً عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرمائیے کہ اللہ مجھے انہی میں کر دے جواب دیا کہ تم ان میں سب سے پہلی ہوگی اسی طرح آپ نے کئی بار بیان فرمایا اور ہر بار انہوں نے اس میں شرکت کی درخواست کی آپ نے اس غزوہ میں شرکت کی پیشین گوئی فرمائی کچھ مدت بعد انہوں نے حضرت عبادہ بن صامتؓ سے شادی کر لی۔ حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں جب بحری بیڑا لڑنے کے لئے جانے لگا تو آپ بھی اپنے شوہر کے ساتھ شربت شہادت نوش کرنے کی خاطر روانہ ہوئیں اور راستہ میں شہید ہوئیں۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۴۲)

حضرت ہندؓ

حضرت معاویہؓ کی ماں اور ابوسفیانؓ بن حربؓ کی بیوی تھیں

آپ فطرتاً نہایت جری اور مرد میدان واقع ہوئی تھیں جب تک اسلام نہیں لائیں اسوقت تک اسلام کے خلاف اور کفر کی حمایت میں ہمیشہ کوشاں رہیں۔ چنانچہ غزدۂ احد میں آپ شریک تھیں اور رجزیہ پڑھ کر کافروں کو غیرت جوش دلاتی تھیں مگر جب سے اسلام لائی تھیں۔ اسوقت سے ان کی یہ طبعی اور فطری شجاعت اور زیادہ چمک گئی تھی اور بجائے کفر کی حمایت کے اسلام کی اعانت اور کفر کی مخالفت میں صرف ہونے لگی تھی۔ اسلام کے بعد آپ بہت سے غزوات میں شریک ہوئیں اور نہایت گرمجوشی سے اس میں حصہ لیتی رہیں غزوہ یرموک میں بھی آپ شریک تھیں۔ اور نہایت بے جگری و دلسوزی سے جنگی خدمات انجام دے رہی تھیں قدرت خداوندی سے مسلمانوں کو جب شکست ہوگئی تو اس وقت جی توڑ کر لڑ رہی تھیں اور مسلمانوں کو جوشیلے اشعار کے ذریعے سے تازہ دم اور باہمت بنا رہی تھیں۔ (اسد الغابہ)

حضرت ام ابان رضؓ

ایک بزرگ صحابیہ ہیں جب سے بادۂ اسلام کو نوش فرمایا

تھا۔ اس کے نشے میں ہر آن اور ہر گھڑی چُور رہا کرتی تھیں۔ آپ کے کل حوصلوں اور تمناؤں میں شہادت فی سبیل اللہ کا غلبہ اور تحصیلِ حیاتِ ابدی کا نشہ طاری تھا۔ جس کا مظاہرہ بھی اکثر اور بیشتر اوقات فرمایا کرتی تھیں چنانچہ ایک خوفناک معرکۂ کارزار میں جس وقت کہ مسلمان کچھ سست پڑ گئے تھے۔ آپ اللہ اکبر کے فلک بوس نعرے لگاتی ہوئی بڑھیں اور لشکر کفار پر ٹوٹ پڑیں یہ دیکھ کر مسلمانوں کی غیرت میں ایک ہیجان برپا ہوا وہ فوراً پلٹ پڑے اور اس زور کا حملہ کیا کہ منٹوں میں اندر مقابل کی صفیں خاک و خون میں تڑپنے لگیں (فتوح الشام) شجاعت

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک صحبت اور فیض تربیت نے جہاں ہمہ وقت حاضر رہنے والے اور ہر رزم و بزم اور سفر و حضر کے مواقع میں آپ کے ساتھ شریک رہنے والے صحابہؓ کے مقدس گروہ کو مجمع حسنات و خیرات بنا کر مذہب اسلام کی حفاظت و صیانت کے لئے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ کنارِ عاطفت میں بیٹھنے والیں طاہرات صحابیاتؓ کو بھی مجسمۂ محاسن اور مرقع محامد بنا کر عالم کے سامنے پیش کیا تاکہ آئندہ آنے والی تمام نسلیں اور دنیا کی بسنے والی کل قومیں عمومی حیثیت سے

اور پردہ میں بیٹھنے والی خواتین خصوصی حیثیت سے ان سے اور ان کے عظیم الشان و فقید المثال دائرہ عمل سے درس عبرت حاصل کریں ہم آج کی صحبت میں صحابیات کے صرف انہیں کارناموں کا تذکرہ کریں گے جن کو انہوں نے دین و مذہب اور قوم و ملت کی خاطر اپنے نازک نازک نفوس کو مخاطرہ مہالک میں ڈال کر انجام فرمایا تھا اور دنیا کو یہ ثابت کر کے دکھا دیا تھا کہ دربار رسالت سے حصول فیض کرنے والی خواتین کے علاوہ یہ عدیم المثال کارنامے اور کہیں نہ دیکھے جائیں گے۔ شجاعت سرزمین عرب کا خاصہ تھا ہی اسلام آیا تو اس نے اپنی ہمہ گیر خوبیوں کی بنا پر اس وصف کو بہت زیادہ ابھرنے کا موقع دیا۔ مردوں کا تذکرہ چھوڑ کے خود عورتیں چند دنوں کے بعد پیکر شجاعت اور مجسمہ شہامت نظر آنے لگیں اور انہوں نے اپنی خداداد شجاعت سے وہ وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ دنیا میں ہلچل مچ گئی اور دین و ملت کی حفاظت و صیانت میں وہ وہ قربانیاں کیں کہ مرکز عالم جنبش میں آگیا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

حضرت ام عمارہؓ

ایک بزرگ صحابیہ تھیں۔ آپ کی شجاعت اور قوت

ایمانی کا یہ عالم تھا کہ عین اسوقت جب کہ کفار غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کو قتل کرتے ہوئے آنحضرت صلعم کی طرف بڑھتے چلے آرہے تھے اس وقت آپ نے جذبۂ فدویانہ اور جاں نثارانہ کارنامہ دکھلایا دُنیا کی تاریخ اس سے یکسر خالی ہے آپ نے ان لوہے ڈوبے ہوئے سنگدل اور جفا شعار کفاروں سے آنحضرت صلعم کی حفاظت میں اس قدر لڑیں کہ آپ کے شانے پر ایک کاری زخم لگا مگر لڑائی سے منہ موڑنے کا نام نہ لیا۔ یہی خاتون بیعت الرضوان میں بھی شریک تھیں جہاں کفار کے مقابلہ میں جان دینے کی بیعت لی گئی تھی عہد صدیقؓ میں جنگ مسیلمہ ہوئی تھی اس میں بھی شریک تھیں اور اسقدر پامردی سے مقابلہ کیا تھا کہ بارہ زخم لگے اور ایک ہاتھ شہید ہو گیا تھا۔ اور اس طرح پر اپنی ایمانی قوت کا مظاہرہ کیا تھا۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت اُمِ سلیمؓ

یہ ایک مشہور صحابیہ ہیں۔ تاریخ کے صفحات آپ کے عظیم الشان کارناموں سے پُر ہیں۔ غزوۂ حنین میں جب کہ کفار کے

لشکر نے مسلمانوں پر اس زور کا حملہ کیا تھا کہ بڑے بڑے بہادر
ثابت قدم نہ رہ سکے تھے اس وقت آپ کی ہمت اور حمیت
دینی کا یہ حال تھا کہ ہاتھ میں خنجر لئے کھڑی تھیں کہ کوئی کافر ادھر سے
گذرے کہ اس کے پیٹ میں خنجر بھونک کر مار ڈالیں (ابوداؤد)
کیا ہم اسماء بنت یزید کے حیرت انگیز کارناموں کو فراموش کر
دیں گے جب کہ انہوں نے جنگ یرموک میں تن تنہا نو رومی
بہادروں کو خیمہ کی ایک میخ سے ہلاک کیا تھا؟ اور اس طرح پر
مذہبی جوش و ولولے کا ثبوت دیا تھا۔ (اصابہ تذکرہ اسماء بنت یزید)
جنگ قادسیہ اسلام کی ایک بہت مشہور اور تاریخی جنگ
ہے جو حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں ایرانیوں کے مقابلہ
میں پیش آئی تھی۔ حضرت سعد بن وقاصؓ جو کہ عشرہ مبشرہ میں سے
ہیں مسلمانوں کے جرنیل تھے اس میں عورتیں بھی کافی تعداد میں شریک
تھیں۔ ان کے فداکارانہ جوش کا جو عالم تھا اس کا اندازہ ذیل
کے واقعہ سے ہو سکتا ہے۔ قبیلہ نخع کی ایک بوڑھی عورت نے
جب اپنے پیارے بچوں کو جنگ پر جانے کے لئے روانہ کرنا چاہا
تو ان جوشیلے الفاظ میں مختصر سی تقریر کی۔
پیارے بچو! تم اسلام لائے ہو پھرے نہیں تم نے ہجرت کی

تم کو کسی نے ملامت نہیں کی۔ تمہارا وطن تمہارے ناموافق نہ تھا نہ تم پر قحط پڑا تھا تم نے اپنی بوڑھی ماں کو اپنے ساتھ لا کر اہل فارس کے سامنے ڈال دیا خدا کی قسم تم اپنی ہی ماں کی اولاد ہو جاؤ۔ اور شروع سے آخر تک خوب جی توڑ کر لڑو"۔ (تاریخ طبری جلد ۶)

لڑکے خوب جی توڑ کر لڑے اور فتحیاب ہوئے۔ عہد صدیقی میں دمشقیوں کے مقابل جو جنگ ہوئی تھی وہ اس سے بھی حیرت انگیز ہے۔ کفار کا مقابلہ کرنے کے لئے جو مسلمانوں کی فوج گئی تھی وہ اس قدر کم تھی کہ دیکھنے والوں کو یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ مسلمان لڑنے کے لئے آئے ہیں۔ کفار نے جب مسلمانوں پر حملہ کیا تو اولاً مسلمانوں کے پیر اکھڑ گئے عورتوں نے جب یہ رنگ دیکھا تو ان میں سے خولہ اٹھیں۔ اور ایک مختصر سی شعلہ انگیز تقریر کی جس کا ہر ہر لفظ اسلام کی محبت اور قوم و مذہب کی حمایت میں ڈوبا ہوا تھا اس کا خلاصہ یہ ہے بہنو کیا تم یہ غیرت گوارا کر سکتی ہو کہ مشرکین دمشق کے قبضہ میں آجاؤ؟ کیا تم شجاعتِ عرب کو داغدار بنانا چاہتی ہو میرے نزدیک تو اس ذلت سے مرنا بدرجہا بہتر ہے۔ یہ الفاظ نہ تھے تیر تھے جو مسلمان عورتوں کے دلوں میں پیوست ہو گئے وہ فوراً اٹھیں اور ٹڈی دل دمشقیوں کی مسلح فوج پر بجلی کی طرح ٹوٹ پڑیں

اور آن کی آن میں ۳۰ جوان مرد بہادر دمشقیوں کو خاک و خون میں تڑپتا چھوڑ آئیں۔ (تاریخ طبری)

اسیطرح جنگِ یرموک میں جب کہ مسلمانوں کی ۴۰ ہزار بے سروسامان فوج رومیوں کی دو لاکھ مسلح اور باقاعدہ فوج سے مقابلہ کے لئے میدان میں اُتری تھی تو صحابیات کا بھی ایک معتد بہ حصہ شریک کار تھا رومیوں نے اس زور کا حملہ کیا کہ مسلمان ثابت قدم نہ رہ سکے یہ دیکھ کر مسلمان عورتوں کے غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی فوراً خیموں سے باہر نکل آئیں اور رومیوں پر اس زور کا حملہ کیا کہ زمین و آسمان لرز اُٹھے مسلمان یہ دیکھ کر پھر آگے بڑھے اور پیہم حملے کرنے لگے۔ اس موقعہ پر حضرت معاویہؓ کی ماں ہندہؓ نے مردوں کو مخاطب کر کے یہ کہا تھا۔

یامعشر العرب! نامردین جاؤ! نامرد! اے عربو! بزدل ہو جاؤ! بزدل۔ اور حضرت خولہؓ یہ شعر پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کو غیرت دلاتیں۔

یَا ھَارِبًا عَنْ نِسْوَۃٍ تَقِیَّاتٍ	اے بھاگنے والے پاک دامن عورتوں
رُمِیتَ بِالسَّہْمِ وَالْمَنِیَّاتِ	سے! موت اور تیر کا نشانہ

نہ نمبر ۔ (تاریخ طبری)

اسیطرح سے ایک اور خطرناک موقع پر حضرت ام ابان رضی دین و ملت کی خاطر لڑتی جاتی تھیں ۔ اور یہ رجز پڑھ پڑھ کر فوج کو جوش دلاتی جاتی تھیں جس سے اسلامی فوج کے اندر ریتق فتاد قوت پیدا ہو گئی تھی ۔

أُمّ اَبانَ فَاطلِبِي ثَارَكِ	اُم ابان تو اپنا بدلہ لے لے
صُولِي عَلَيهِم صَولَةً تُهدَارُ	اور ان پر لپے در پے حملہ کیئے جا ۹
قَد ضَجَّ جَمعُ القَومِ مِن	رومی تیرے تیروں سے
نَبالِكِ ۔	چیخ اُٹھے ۔ (فتوح البلدان)

یہ تھے آج سے تیرہ ۱۳ سو برس پیشتر کے نسوانی طبقہ کے عدیم المثال اسلامی کارنامے اور یہ تھا ان پردہ نشین عورتوں کا مذہبی اور قومی عظیم الشان فدویانہ و جان نثارانہ دائرہ عمل کہ جن کی وجہ سے مرکز عالم جنبش میں آگیا تھا ۔ کاش ہمارے مسلمان مردان کو سن کر عبرت حاصل کرتے اور لپتے جمود و بے حسی پر خون کے آنسو بہاتے ۔

حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا

آپ ابتدائے اسلام میں حلقہ بگوش شانِ اسلام میں داخل ہوئیں اسوقت سے آپ نے جو جو جلیل القدر اور عظیم الشان اسلامی خدمات انجام دیں وہ آج بھی تاریخ کے اوراق پر جلی حروف سے لکھی ہوئی ہیں آپ نے اپنا یہ معمول بنا رکھا تھا۔ کہ عورتوں میں جائیں اور پوشیدہ طریقہ پر ان کے اندر مذہب اسلام کی نشرو اشاعت کریں۔ آپ کے بیان میں اللہ تعالےٰ نے کچھ ایسی تاثیر دی تھی کہ جس کے سامنے بھی جادو بھری داستان بیان کرتیں۔ وہ انہی کا ہو کر رہ جاتا۔ چنانچہ آپ نے اس جادو بیانی اور انتہائی جانفشانی سے نہ معلوم کتنی عورتوں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا اور خدا جانے کتنی جہالت کی دیویوں کو اسلام کا مجسمہ بنا دیا۔ کفارِ قریش کو جب ان واقعات کا علم ہوا تو ان سنگدل ظالموں نے آپ کو بہت تکلیف دی اور اس قدر پریشان کیا کہ آپ کو

اپنے پیارے اور مالوف وطن مکہ معظمہ کو ترک کرنا پڑا۔ (اسد الغابہ)

حضرت فاطمہؓ بنتِ خطاب

آپ مکہ کے سردار خطاب کی بیٹی اور حضرت عمرؓ کی بہن ہیں۔

نہایت ہی پاک اور برگزیدہ بی بی تھیں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو قدامت اسلام کا شرف بھی بخشا تھا۔ آپ بھی جب سے اسلام لائی تھیں اسوقت سے اشاعت اسلام میں سرگرداں اور تبلیغ دین میں دل وجان سے منہمک و مشغول رہتی تھیں۔ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے۔ سوتے جاگتے بس اسی چیز کی دھن رہتی۔ سخت سے سخت موقع کیوں نہ ہوتا مگر آپ اظہار حق اور اشاعتِ اسلام سے باز نہ آتیں۔ چنانچہ جب حضرت عمرؓ مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے اس وقت آپ اسلام شایع اسلام اور دعدہ کاران اسلام کے سخت ترین دشمن تھے جس کو اسلام کی باتیں کرتے دیکھ لیتے یا پا جاتے اُسے سخت سے سخت سزا دیتے تھے۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ نعوذ باللہ حضرت صلعم کو قتل کرنے کے لئے جا رہے تھے۔ کہ راستہ میں آپ کے ایک دوست ملے انھوں نے آپ

کے ارادے کو معلوم کر کے عرض کیا کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لیجئے۔ یہ سنتے ہی آپ اُلٹے پیر مکان میں واپس آئے تو دیکھا کہ آپ کی بہن فاطمہؓ قرآن پاک کی تلاوت فرما رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ کے غصہ کی کوئی حد و انتہا نہ رہی فوراً مارنا شروع کر دیا اور اسقدر مارا کہ لہولہان ہو گئیں۔ مگر اسوقت بھی وہ تبلیغ دین سے باز نہ آئیں اور کچھ اس انداز سے اسلام کو پیش کیا کہ حضرت عمرؓ جیسے سنگدل اور دشمنِ اسلام کا دل بھی پانی پانی ہو گیا اور انہوں نے فوراً۔ اشہد اَن لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و اشہد اَن محمداً عبدہٗ و رسولہٗ کہا اور سیدھے آنحضرت صلعم کے پیر چومنے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈالنے کے لئے روانہ ہو گئے۔ کتنی مبارک تھی وہ تبلیغ کہ جس نے ایک ایسے سخت ترین دشمن کو مخلص محبِ اسلام بنا دیا جنہے بعد میں تختِ خلافت پر جلوہ گر ہو کر ایسے ایسے شاندار اور عظیم الشان اسلامی کارہائے درخشاں انجام دئیے کہ آجتک اُن کی مثال نہ کوئی پیش کر سکا ہے۔ اور رہتی دنیا تک نہ اُس کی امید کی جا سکتی ہے۔ (اسد الغابہ صفحہ ۱۹)

حضرت اُمّ الحکیمؓ

آپ نے اپنے شوہر عکرمہ بن ابو جہل کو جو فتح مکہ کے زمانہ میں یمن کی طرف بھاگ گئے تھے۔ تبلیغ اسلام کی غرض سے یمن کا رُخ کیا وہاں اپنے شوہر عکرمہ کو دعوتِ اسلام دی۔ اور کچھ اس خلوص اور مؤثر پیرایہ میں دی کہ وہ فوراً مسلمان ہو کر آنحضرت صلعم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے آپ نے ان کو دیکھ کر بہت ہی زیادہ خوشی اور مسرّت کا اظہار فرمایا حضرت اُمّ الحکیمؓ کی اس جلیل القدر خدمت کو بہت ہی موقر نگاہ سے دیکھا اور تحسین و آفرین فرمائی (موطاء امام مالکؒ)

حضرت سعدیٰ بنت کریزؓ

آپ ایک بزرگ صحابیہ تھیں۔ آپ نے بھی دینِ اسلام کی نشر و اشاعت میں بڑی ہی بڑی قربانیاں پیش فرمائی تھیں آپ ہی کی مساعی جمیلہ تھیں کہ جن کی وجہ سے حضرت عثمانؓ بن عفانؓ حلقۂ کفر

سے نکل کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے اور پھر وہ مرتبہ پایا کہ مسلمان کا بچہ بچہ اسے خوب جانتا ہے اس کے علاوہ بھی آپ نے بہت سے عظیم الشان اور بلند پایہ ذوات و شخصیات کو دعوت اسلام دے کر بادۂ اسلام سے مخمور فرمایا

(اصابہ فی تذکرۃ الصحابہ)

حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا

آپ بہت ہی جلیل القدر صحابیہ تھیں۔ اسلام میں آپ کا بہت ہی بڑا پایہ مانا گیا ہے۔ آپ سچی اور خالص مسلمان ہونے کے ساتھ ہی ساتھ بہت ہی بڑی مبلغہ بھی تھیں۔ آپ کے تبلیغی کارنامہ کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ آپ سے حضرت ابو طلحہ انصاری نے حالت کفر میں نکاح کی درخواست کی تھی تو آپ نے صاف صاف فرما دیا تھا کہ جب تک تم اسلام نہیں لاؤ گے۔ اس وقت تک میں ہرگز ہرگز تم سے شادی نہیں کر سکتی ہوں۔ بلکہ اگر تم اسلام لے آؤ گے۔ تو نہ صرف میں تم سے نکاح کر لوں گی۔ بلکہ یہی اسلام میرا مہر

بھی ہو گا۔ ان کلمات کو سننے کے ساتھ ہی حضرت ابو طلحہؓ فوراً آستانۂ نبوت پر حاضر ہوئے اور صدق دل سے اسلام لائے اور اس قدر خدماتِ دینی میں مشغول ہوئے کہ صحابۂ کرامؓ عش عش کرنے لگے۔ (مسند امام احمد بن حنبلؒ)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی اچھی باتوں کا حکم اور بُری باتوں سے منع کرنا بھی تبلیغ کا ایک بہت بڑا رکن ہے صحابیاتؓ اس رکن کی ادائیگی سے بھی غفلت اور بے توجہی نہیں برتتی تھیں بلکہ جہاں کہیں بھی شریعت کے خلاف کوئی بات دیکھتیں فوراً اسے روک دیتیں۔ چنانچہ ایک بار حضرت عائشہؓ نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ ایک چادر اوڑھے ہوئے ہے جن پر صلیبی نشانات پڑے ہوئے تھے۔ آپ یہ دیکھ کر بہت خفا ہوئیں اور فرمانے لگیں کہ تم اس چادر کو فوراً اتار ڈالو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کے کپڑوں کو دیکھتے تو پھاڑ ڈالا کرتے تھے۔ اس مقدس خاتون نے جیسے ہی یہ الفاظ سنے تو چادر اتار کر پھینک دی کہ اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی سب سے مقدم ہے۔ (مسند امام احمد صفحہ ۱۴۰)

غرضیکہ تواریخ وسیر کی کتابوں کا آپ خوب غور سے مطالعہ کر جائیے۔ تو صحابیاتؓ میں سے کسی کو تو آپ عورتوں میں تبلیغ کرتے ہوئے پائیں گے۔ کسی کو جلا وطن کیا جا رہا ہے۔ مگر وہ دینِ حق کی اشاعت میں مشغول اور کسی پر تلوار و نکا میتہ برس رہا ہے اور وہ حق کا پرچار کر رہی ہے۔

ایثار اور قربانیاں
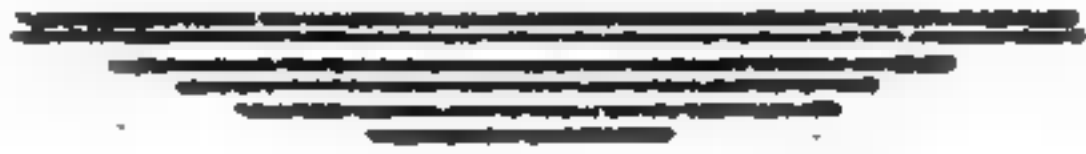
قربانی کا لفظ، خدا کے محبوب اور نیک بندوں کے لئے صد ہزار کشش کا باعث ہے اور بدوں کے لئے سخت نفرت انگیز، اسلام نام ہے سراپا قربانی اور اطاعت کا اور جس دل میں جذبہ قربانی نہیں وہ دل نہیں، پتھر ہے۔

مسلمان عورتیں مردوں کی طرح اس خوبی اور کمال کے میدان میں پیش پیش رہیں۔

حضرت سمیہؓ یہ جب اسلام لائیں تو کفار نے اسقدر تنگ کیا کہ آپ بے ہوش ہوگئیں۔ لیکن آپ کے جوش اسلام میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہوئی آخر ابوجہل نے ایک زہریلے تیر سے آپ کو ہلاک کر دیا اور یہ فخر ہمیشہ یادگار رہے گا کہ اسلام میں شہادت جیسے عظیم المرتبت درجے کا کمال سب سے پہلے ایک خاتون نے حاصل کیا (اسد الغابہ ذکر سمیہ)

حضرت ام فکیہہ یہ دوسری شہسوار ہیں آپکو کافر مارتے مارتے تھک جاتے مگر اس بیگم صداقت کے ایمان میں کسی قسم کی کمی نہ آتی۔

زنیرہ | ایک غریب عورت تھیں ابوجہل اس قدر مارتا کہ آپ کی آنکھیں نکل آئیں مگر آپ برابر خدا کی وحدانیت اور رسول کی رسالت کا اعلان کئے جاتیں۔ (طبقات ج ۸)

حضرت فاطمہؓ | بنت خطاب حضرت عمرؓ کی بہن تھیں ان کو شروع میں حضرت عمرؓ مارتے مارتے تھک جاتے مگر یہ ایمان کی شاہزادی اللہ کے راہ میں مار کھاتے کھاتے نہ تھکی آخر اس کے صبر نے وہ کرشمہ دکھایا کہ حضرت عمرؓ خود حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور انقلاب عظیم برپا ہو گیا۔ (طبقات ابن سعد)

جان کے بعد عزیزوں کا درجہ ہوتا ہے عورتوں نے اسلام پر ان کو بھی بلا دریغ بوقت ضرورت قربان کر دیا۔ مدینہ میں ایک ضعیف صحابیہ تھیں۔ انہوں نے ایک جنگ میں اپنے باپ، بیٹے شوہر اور بھائی کو قربان کرا دیا۔ حضور نے جب انکو دیکھا تو شرمندہ ہو گئے، مگر آپ کے جوش کا یہ عالم تھا کہ سارا گھر برباد کرا کر یہ کہتی جاتیں کُلُّ مُصِیبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ ہر مصیبت آپ کے بعد یا رسول اللہ آسان ہے۔ (شعر)

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہِ دیں تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

ان کے علاوہ مقدس عورتوں نے جن جن طریقوں سے اپنے عشقِ ایمان کا ثبوت دیا، اور اس راہ میں قربانیاں پیش کیں اس کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ یہ وہ تھیں اور آج یہ عالم ہے کہ ایمان کے نام پر اسلام کے نام پر چند منٹ، چند لمحے اور چند قدم نہیں دیئے جاتے۔
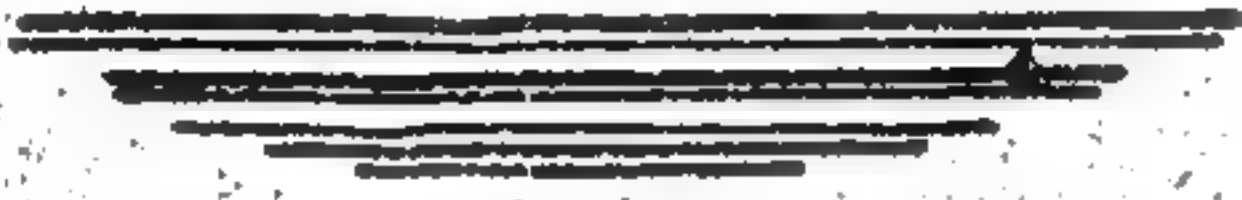
تبصرہ بر خواتین عالمِ اسلام

ہندوستانی عورتیں

اس باب میں ہم مختلف ملکوں کی عورتوں پر اجمالی تبصرہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہندوستان کی عورتیں، شجاعت اور خانہ داری اور عمل و علم دونوں میں ممتاز اور سربلند رہی ہیں۔ عملی کارنامے جو کچھ ہیں اس کا اندازہ چاند بی بی اور سلطانہ رضیہ کے واقعات سے ہو گیا ہوگا اس جگہ ہم ان کے علمی اور فطری اور ادبی کارناموں پر قدرے تبصرہ کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آئندہ صفحات میں اسے ملاحظہ کیجیے۔

حیات خانم

حیات خانم اور جہاں خانم یہ دونوں شاہ اسمٰعیل صفوی کی بادشاہ بیگم تھیں۔

ایک دن یہ دونوں بادشاہ کے پاس موجود تھیں۔ جہاں خانم

نے یہ مصرعہ بادشاہ کو سنایا تھا

تو بادشاہ بہ اولے جہاں نہ درست مد؟

حیات خانم فوراً اس کے جواب میں بولی ۔

اگر حیات نباشد جہاں چہ کار آید

دولت نام ایک شاعرہ سمرقند کی رہنے والی نابینا خاتون تھی ۔ جب امیر تیمور نے سمرقند کو تاراج کیا تو اتفاقاً بادشاہ کا اور سب ہمگان ہمراہ کا گذر اس کے سامنے سے ہوا ۔ دولت نے اسوقت فی البدیہہ یہ شعر پڑھا ۔

آتش در شہر سمرقند باد

دین تمر لنگ چو اسپند باد

اس کی خبر بادشاہ کو ہوئی تو دربار میں طلب کیا اور پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے ؟ اس نے کہا دولت ۔ تیمور نے کہا "دولت تو اندھی نہیں ہوتی" ۔ اس بے باک خاتون نے جواب دیا ——
اگر اندھی نہ ہوتی تو تجھ لنگڑے کے پاس نہ آتی ۔

—— ایک دفعہ شہنشاہ جہانگیر نے کسی شاہزادے سے شطرنج کی ہار جیت پر شرط باندھی کہ جو فریق ہارے اپنی منکوحہ جیتنے والے کو دے ۔ اتفاق سے پانسہ بادشاہ کے خلاف آپڑا تو اب اس

کو فکر ہوئی کہ کونسی بیوی کو ہارے چنانچہ اس امر کا مشورہ خود
اپنی چاروں بیویوں سے ہی کیا اور تمام کیفیت بیان کی پہلی
بیگم جہاں تخلص نے کہا ؎

تو بادشاہ جہانی جہاں زدست مدہ کہ بادشاہ جہاں را جہاں بکار آید

دوسری بیگم حیات بولی ؎

جہاں خوش است ولیکن حیات می باید اگر حیات نباشد جہاں چہ کار آید

فنا نے کہا ؎

جہاں و حیات ہمہ بے فنا است فنا نگہدار آخر فنا است

لیکن چوتھی بیگم دلآرام جوان سب سے ہوشیار تھی اس
نے اس شعر کے ذریعہ بادشاہ کی مشکل حل کر دی ؎

شاہا دو رخ بدہ دلآرام بدہ پیل و پیادہ پیش کن از اسپ مات

اور آخر کار جہانگیر جیت گیا۔
نورجہاں نے شاعری میں عجیب طبیعت پائی تھی عموماً فی البدیہہ کہتی اکثر ایسا ہوتا جہانگیر
کی زبان سے کوئی مصرعہ نکلتا تو دوسرا مصرعہ کہتی اس قسم کے

متعدد شعروں میں سے یہ شعر زبان زد خاص و عام ہے۔

جہانگیر = ہلال عید بر اوج فلک ہویدا شد
نورجہاں = کلید میکدہ گم گشتہ بود پیدا شد

ایک دن ایک کنیز کے ہاتھ سے آئینہ ٹوٹ گیا اس نے خیال کیا کہ اگر کوئی مصرعہ بنا کر لے جاؤں تو شاید خوش مزاج بیگم میری خطا سے درگزر کرے۔ چنانچہ اس نے جا کر عرض کیا

از قضا آئینۂ چینی شکست

نورجہاں نے مسکرا کر جواب دیا :-

خوب شد اسباب خود بینی شکست

شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں بزنگی کشمیر کی رہنے والی پہلی طوائف تھی جو تائب ہو کر پردہ نشین ہو گئی۔ چند شعرائے عصر اس کی تعریف سن کر ملنے آئے لیکن بار نہ پایا اسی حال میں کھڑے تھے۔ ایک عرب بچہ آیا اور بے تکلف اندر چلا گیا جس کو دیکھ کر یہ شرمندہ ہوئے اور ایک رباعی لکھ بھیجی ؎

اے شیوہ کفر و دین بہم ساختہ ــــ غم را بوجود خود عدم ساختہ
آثار بزرگی بجبینت پیداست ــــ گہ با عرب و گہ بہ عجم ساختہ

بزنگی نے یہ جواب لکھ بھیجا اور انکو بھی باریاب کیا ؎

روزے کہ تہادیم دریں دیر قدم را
گفتیم صلاحست عرب را و عجم را

شہزادی زیب النساء ایک دن باغ میں سیر کر رہی تھی اتفاق

اتفاق سے زبان پر یہ شعر آیا۔

چہار چیز کہ دل می برد کدام چہار
شراب و ساقی و گلزار نیز قامت یار

لیکن پیچھے سے آہٹ معلوم ہوئی گیا دیکھتی ہے کہ شہنشاہِ اورنگ زیب تشریف لا رہے ہیں۔ اور اس کے شعر کو کسی قدر سن چکے ہیں اس نے بے ساختہ شعر کو بدلا ؎

چہار چیز کہ دل می برد کدام چہار
نماز و روزہ و تسبیح و دیگر استغفار

کشمیر جنت نظیر کی بلبل نغمہ سنج لیلیٰ عارفہ جس کو ہندو لیلیٰ شوری یا لیلے ویڈ کے نام سے پکارتے ہیں جس نے معرفت کے گیت گائے اور حقانیت پر جان دی۔ لیلے عارفہ کے مکان پر ایک دن گرو سدھ بابو گیا اسوقت لیلیٰ عارفہ اور اس کے خاوند کے درمیان یہ بحث چھڑی ہوئی تھی کہ سب سے اچھی روشنی کون سی ہے۔ سب سے اچھا تیرتھ کونسا ہے۔ سب سے اچھا رفیق کون ہے۔ سب سے زیادہ آرام کس چیز میں ہے۔ خاوند کہہ رہا تھا۔ سورج سے بہتر روشنی گنگا سے بہتر یاترا، بھائی سے بہتر رفیق اور نند رستی سے بڑھ کر کوئی سکھ نہیں مگر لیلے عارفہ نے ان دونوں کی تردید

کی اور حکمت و موعظت کے رموز و کنایات بیان کیے کہنے لگی۔

پیس ہیو نہ پر کاش کا ہنہ   پیس ہیو نہ تیرتھ کا ہنہ
دلیس ہیو نہ باندو کا ہنہ   پیس ہیو نہ سکھ کا ہنہ

یعنی معرفت و خدا شناسی سے بہتر کوئی روشنی ارادہ سے بہتر کوئی تیرتھ خدا سے بہتر کوئی دوست اور خوف الٰہی سے بہتر کوئی سکھ نہیں ہے۔

امریکہ کی مسلم خواتین

یوں تو امریکہ میں تقریباً ہر جگہ تھوڑے بہت مسلمان ضرور پائے جاتے ہیں۔ مگر شمالی امریکہ میں تقریباً دس لاکھ ہوں گے اور جنوبی میں اٹھارہ لاکھ۔ جن میں زیادہ تعداد مصر و افریقہ کے باشندوں کی ہے۔ جو مسلمان ہو کر یہاں آئے اور آباد ہو گئے اور اب وہ یہیں کے باشندے کہلاتے ہیں۔ ان کو حکومت کی طرف سے وہ تمام حقوق حاصل ہیں۔ جو

وہاں کے اصلی باشندوں کو ہیں۔ ان کی طرزِ معاشرت اور تبلیغ سے وہاں کے باشندے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہاں کے اصلی باشندوں کی ایک بہت تعداد بھی مسلمان ہو گئی۔ اور انہوں نے بھی اسلامی طرزِ معاشرت اور اصولوں کو اختیار کیا۔ جس سے قدیم و جدید زندگی کا ایک جاذبِ توجہ امتزاج پیدا ہو گیا۔ امریکی مسلمان عورتیں مغربی و مشرقی تہذیب کا دلچسپ نمونہ ہیں پردہ بالکل شرعی ہے۔ نہ ہندوستان جیسی سختی کہ تنگ و تاریک مکانوں میں گھٹ کر مر جائیں۔ اور نہ یورپ جیسی آزادی کہ پردہ بالکل ہی اُٹھا دیا گیا ہو۔ وہاں چہرے پر نقاب اور جسم پر اچھا برقعہ ہوتا ہے جس کے ساتھ ہر عورت پوری آزادی کے ساتھ اپنا سب کام کرتی اور اندر باہر آتی جاتی ہے۔ یہ طریقہ امرا رغربار سب میں ہے۔ مگر بعض گھرانے جو بہت ہی زیادہ غریب ہیں۔ وہ پردہ نہیں کرتے۔

معاشرتی و اخلاقی حالت

امریکہ کی مسلم خواتین اخلاق و عادات میں ایک بہترین نمونہ ہیں۔ خودداری بلا کی موجود ہے۔ شرافت و انکساری

م اور بُردباری میں اپنا بدل نہیں رکھتیں۔ باوقار سنجیدہ اور سلیم الطبع ہیں۔ مہمان نواز اور غریب پرور شرم و حیا عصمت و عفت کے جوہروں سے ان کے دامن مالا مال غیر مرد سے کلام کرنا سخت معیوب سمجھتی ہیں۔ خوش اخلاقی اور نرم دلی انکا شعار ہے۔ البتہ قومی و مذہبی معاملات میں سخت ہیں کوئی شخص جرأت نہیں رکھتا۔ جو ان کے سامنے ان کے مذہب اور ان کی قوم کو بُرا بھلا کہہ سکے۔ اس کے لئے وہ بڑی سے بڑی قربانی بھی پیش کرنے سے دریغ نہیں کرتیں۔ باعزت اور باغیرت ہیں۔ ہمسایہ قوموں کی ترقی پر حاسد نہیں اور نہ ہی ان کی اندھی تقلید میں اپنے آپ کو کھونا چاہتی ہیں۔ بلکہ اسلام کے اس اصول پر سختی سے کاربند ہیں۔ کہ حکمت مسلمان کا گمشدہ مال ہے اسے جہاں پائے لے لے"۔

معاشرتی حالات بہت بلند ہیں۔ عورت مرد کی صحیح معنوں میں خدمت گذار ہے۔ شوہر کو اپنی سب سے زیادہ عزیز متاع خیال کرتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ ان کے خانگی معاملات نہایت ہی سلجھے ہوئے ہیں۔ اور معاشرتی زندگی نہایت ہی خوشگوار ہے۔ معاشرت سادہ اور تکلف سے آزاد ہے

اس لئے روحانی مسرتوں سے پر اور لبریز ہے ۔ بچوں سے بیحد شفقت و محبت کرتی ہیں ۔ اور ان کی پرورش اور تربیت کو آیا پر نہیں چھوڑتیں ۔ بلکہ خود کرتی ہیں انہیں محنت و مشقت کی زندگی کا عادی بناتی ہیں ۔ یہی وجہ ہے ۔ کہ مسلمان مرد اور بچے امریکہ کے دیگر باشندوں سے زیادہ قوی مضبوط چست بہادر جفاکش ۔ محنتی اور اخلاقِ حسنہ کے دلدادہ ہیں ۔ جن پر ان کی ہمسایہ اقوام رشک کرتی ہیں ۔

گھریلو زندگی

ہر عورت کا فرض ہے کہ صبح سب سے پہلے گھر کی صفائی کرے ۔ لائبریری ڈیننگ روم ، ڈرائنگ روم وغیرہ کو ترتیب دے بچوں کو غسل دے پھر فوراً ناشتہ تیار کرے اور سورج نکلنے کے ایک گھنٹہ بعد تک قرینہ سے ناشتہ کھانے کے کمرے میں پہنچ جائے ۔ جہاں وہ سلیقہ سے تمام بچوں اور اگر مہمان ہو تو اس کو بھی ادب سے بٹھائے گی پھر شوہر کا انتظار کرے گی جب سب جمع ہو جائیں گے ۔ تو نہایت ہی تہذیب سے ناشتہ شروع ہو گا اس سے فراغت کے بعد عورت دعائے برکت کے لئے ہاتھ اٹھائے گی ۔ اور سب نعمت کا شکر ادا کریں گے ۔

پھر شوہر بچوں کو نصیحت کرے گا۔ ملازمین کو ہدایات دے گا۔
بیوی سے گھر کے اور بچوں کے معاملات پر گفتگو کرے گا۔ اور
تقریباً نصف گھنٹہ کے بعد یہ مجلس ختم ہو جائے گی اب شوہر دفتر
کی تیاری میں مصروف ہو جائے گا نوکر سودا سلف خریدنے چلے
جائیں گے۔ اور بچے اسکول کی تیاری میں مشغول ہو جائیں گے
ماں ان سب کی ضروریات کی تکمیل میں منہمک ہو جائے گی۔
یہ وقت درحقیقت اس کی سب سے زیادہ مصروفیت کا ہوتا
ہے۔ گھنٹہ سوا گھنٹے کے بعد گھر بالکل خالی ہو جاتا ہے۔ تو
وہ اپنے بچوں اور شوہر کے لئے خاص خاص چیزیں لینے کے لئے
بازار چلی جائے گی۔ گھر واپس آ کر چند اچھی اچھی غذائیں وہ خود اپنے
ہاتھ سے پکائے گی۔ شوہر کا لباس ٹھیک کرے گی۔
بچوں کے لئے ورزش اور کھیل کود کے سامان الگ کرے گی
اس اثنا میں ڈاک آ جائے گی تو اسے پڑھ کر جن خطوط کا جواب
دینا ضروری ہو اسی وقت جواب دے گی دوپہر ڈھلنے کے
بعد شوہر کھانے کے لئے گھر آئے گا۔ اس کے انتظار میں دروازہ
پر ملے گی۔ اور خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کرے گی
پھر بچوں کا انتظار کرے گی جب بچے آئیں گے تو ان کا ہاتھ منہ

دھلائے گی پھر سب اکٹھے مل کر کھانا کھائیں گے کھانے کے بعد شوہر کام پر چلا جائے گا۔ تب یہ تھوڑی دیر کے لئے آرام کرے گی۔ ظہر کی نماز کے بعد شام کے ناشتے وغیرہ میں مشغول ہو جائے گی۔ شام کا ناشتہ جلد جلد ہو گا۔ اس کے بعد بچے کھیلنے جائیں گے۔ شوہر کلب گھر اور یہ عورتوں کی لائبریری سوسائٹی یا کسی اور جماعتی جگہ چلی جائے گی۔ مغرب کے بعد پھر سب کا اجتماع ہو گا کھانا کھایا جائے گا۔ کھانے کے بعد دیر تک یہ مجلس قائم رہے گی جس میں مذہبی، سیاسی، اخلاقی اور تعلیمی گفتگو ہو گی۔ جس میں بچے بھی برابر کے شریک رہیں گے۔ اسکول کلب سوسائٹی اور دیگر اہم واقعات پر مفصل باتیں ہوں گی۔ ہر فرد اپنی اپنی سمجھ کے مطابق رائے کا اظہار کرے گا۔ غرضیکہ یہ دلچسپ صحبت دیر تک قائم رہے گی پھر سب مل کر نماز پڑھیں گے اور پھر سو جائیں گے۔

تعلیمی و علمی رجحانات

عورتوں میں تعلیم کا بہت چرچا ہے۔ کئی اسلامی زنانہ مدارس ہیں۔ جہاں مین اسلامی طریقوں پر تعلیم رائج ہے۔ قرآن حکیم کا ناظرہ و حافظہ اس کا ترجمہ و ضروری تفسیر حدیث شریف کا مفہوم

و مطلب فقہ و تاریخ جغرافیہ ادب وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے ہر ہفتہ آپس میں مکالمہ و مناظرہ بھی ہوتا ہے۔ تاکہ طالبات میں علمی و تحقیقی رجحانات نشوونما پائیں۔ ان مدرسوں و مکاتب میں جدید علوم سائنس، علم الحیوان، علم الجبال، علم طبقات الارض اور دیگر ترقی یافتہ علوم داخل نصاب ہیں۔ جس کی تعلیم کے لئے اچھے اساتذہ مقرر ہیں۔ اور بہترین تجربی طور پر تعلیم دی جاتی ہے۔"

ماخوذ از مجلہ "المشارۃ الجدیدہ مصر"

ترکی خواتین

یہ امر واقعی اور بالکل قطعی ہے کہ ترکی خواتین آج نہایت تیزی اور حیرت انگیز عجلت کے ساتھ میدان ترقی پر گامزن ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ بلاشبہ ترکی جمہوریت میں انہیں بہت بڑے بڑے مراتب اور اعلیٰ سے اعلیٰ مناصب حاصل ہو گئے ہیں، اور یہ کہنا اپنی جگہ پر بالکل ٹھیک اور صحیح ہوگا کہ آج انہیں قومی و ملکی خدمات کی وجہ سے جو ممتاز عزت اور شرف حاصل ہے

مشرق کی دیگر خواتین اس چیز سے بالکل محروم ہیں ترکی عورتوں کو یہ قابل حیرت ترقی اور کامیابی جو حاصل ہے اُسے محض موجودہ زمانہ ہی کے ساتھ مخصوص نہ کرنا چاہیئے بلکہ ایام ماضیہ اور سابقہ زمانہ میں بھی وہ اپنی قابلیت اور صلاحیت ملکی خدمات اور قومی قربانیوں کے اعتبار سے ہمیشہ اپنی ہمعصر خواتین پر ممتاز اور سربلند ہیں۔

عمومی طور پر یوں تو ترکی خواتین کو ہمیشہ اور ہر دَور میں امتیاز حاصل رہا ہے۔ سب سے زیادہ اور خاص طور پر جن عہدوں اور زمانوں میں اُن کو میدان ترقی میں گامزن ہونے اور حیرت انگیز کارہائے نمایاں انجام دینے کا موقع ملا وہ صرف چار ہیں اوّل سلطان عبدالحمید خاں کے زمانہ خلافت سے لے کر اعلان دستوریت تک۔ دوم اعلان دستوری سے لے کر جنگ عظیم کے اواخر تک، سوم اختتام جنگ سے اعلان جمہوریت تک۔ چہارم اعلان جمہوریت سے لے کر آجتک۔

اس مناسبت سے ہم اپنے مضمون کو بھی چار حصوں میں تقسیم کرتے ہیں جس میں ہم الگ الگ ہر دَور میں ترکی عورتوں کی علمی، عملی، قومی، اور ملکی خدمات و کارناموں کا ایک مجملاً خاکہ کھینچیں گے اور یہ واضح کریں گے کہ ہر دَور اور ہر عہد میں اُن کی ترقی

اور عروج کس مرتبہ اور کس نوعیت کا تھا۔ اور فدویانہ اور جاں نثارانہ جذبۂ عمل اُن کے قلوب میں کہاں تک کارفرما تھا؟

عہد حمیدی میں خواتین کی ترقیاں

سلطان عبدالحمید سابق خلیفہ ترکی ایک بلند ترین شخصیت کے مالک اور اعلیٰ قابلیت اور لیاقت کے حامل تھے آپ کے زمانہ میں ملک اور قوم کو کافی ترقی نصیب ہوئی۔ ساتھ ہی ساتھ صنف نازک اور نسوانی طبقہ کو بھی بہت زیادہ عروج اور کمال حاصل کرنے کا موقع ملا۔ چنانچہ آپ کے پہلے خلفاء اور سلاطین کے زمانہ میں عورتیں پڑھی لکھی نہیں ہوتی تھیں اور نہ ان کو قومی و ملکی معاملات میں کسی قسم کی رائے اور مشورہ دینے کا حق حاصل تھا مگر جب سے آپ کا زمانہ آیا تو آپ نے عورتوں کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ کی۔ اور بہت زیادہ جدوجہد اور اعتبار سے کام لیا۔ جس کی وجہ سے چند ہی دنوں میں اُس سرزمین سے جہاں کی عورتیں پڑھنے لکھنے، شاعری اور خطابت سے بالکل ناآشنا ہی نہ تھیں بلکہ اُسے بُرا جانتی تھیں۔ بڑی بڑی شاعرہ اور عظیم الشان معلمہ اور مصنفہ پیدا ہونا شروع ہو گئیں اور بعض بعض نے تو اسقدر ملکہ اور قابلیت پیدا کی کہ اپنے زورِ قلم اور جادو

بیانی اور طلاقت لسانی سے مجمع کو مسحور اور مخالفوں کو ہم خیال بننے پر مجبور کر دیا کرتی تھیں، چنانچہ ایک انگریز سیاح اس زمانہ کی عورتوں پر تنقید اور تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ اور ان میں خاص طور پر ملکہ کے متعلق یہ الفاظ سپرد قلم کرتا ہے جس سے اس وقت کی دیگر شریف اور اعلیٰ گھرانوں کی عورتوں کی تعلیم و تربیت نیز دیگر عروج و کمال پر کافی روشنی پڑتی ہے، وہ یوں رقم طراز ہوتا ہے کہ ترکی ملکہ مروجہ تعلیم کی ماہرہ اور بہترین تعلیم یافتہ ہیں، آپ کو دیگر السنہ اور زبانوں سے بھی کافی دلچسپی ہے مغرب کی سخت سے سخت زبان میں لکھی ہوئی تصنیف کو بآسانی پڑھ اور سمجھ سکتی ہیں، آپ ادب اور شاعری نیز دیگر علوم و فنون کی بھی فریفتہ اور دلدادہ ہیں اور قوم کی فلاح و بہبود کی دل سے آرزو مند ہیں، ان کے علاوہ بڑی بڑی تعلیم یافتہ اور عالمہ و فاضلہ عورتیں پیدا ہوئیں، اس عہد کی ایک باکمال خاتون نشنت خانم نے بہت ہی نام اور امتیاز حاصل کیا، آپ کو شاعری اور خطابت میں خاص ملکہ حاصل تھا، آپ کے لیکچر دفتروں میں محفوظ ہیں اور آپ کا جوہر شاعری دیوان کی شکل میں بڑے بڑے کتب خانوں کے لئے سامان زیب و زینت ہے۔ اس کے علاوہ عملی حیثیت سے

بھی ٹرکی کی سچی خادمہ اور محبِ وطن تھیں ، سلطان عبدالحمید نے اپنے زمانہ میں سب سے بڑا کام جو کیا وہ عورتوں کی تعلیم و تربیت کی طرف اعتنا اور تہذیب جدید کے مضر اثرات سے محفوظ رکھنا تھا ۔ باوجود اس ترقی اور اس تعلیم و تربیت کے آپ نے عورتوں کے اندر بے پردگی وغیرہ کی لاعلاج بیماری کو نہیں حلول ہونے دیا۔ اگرچہ اس زمانہ کی بعض عورتوں نے اس بات کی سر توڑ اور انتہائی کوشش کر ڈالی کہ انہیں بے حجابانہ طور پر یورپ کی سیر و تفریح اور وہاں کی تہذیب نو سے حظ اندوزی کی اجازت دی جائے تاکہ وہاں سے عمدہ تعلیم سیکھ کر اور نئے نئے علوم و فنون سے مستفیض ہو کر آئیں اور انہیں اپنے ملک و قوم کی ترقی کے لئے لائحہ عمل قرار دیں۔ مگر سلطان نے اس کی مطلقاً اجازت نہیں دی ۔

"عہدِ حمیدی" میں اگرچہ عورتوں نے کافی ترقی اور ایک حد تک بہت زیادہ کمال پیدا کر لیا تھا مگر یہ ترقیاں اور تمامی علمی اور عملی کمالات صرف شرفاء اور امراء کی عورتوں تک محدود اور مخصوص تھے عورتوں کے عام طبقہ میں اس وقت بھی کافی جہالت اور عدم تربیت کے اثرات اور جمود کی ، بے حسی کے نشانات کھلم کھلا پائے جاتے تھے اور جہاں اُن میں خلعت خانم کی ایسی شاعرہ مقررہ اور ماہر معلمہ موجود تھیں ،

وہیں ایک سے ایک جاہل اور ناقرض شناس بھی تھیں ۔ مگر اتنا ضرور کہا جائے گا کہ ترکی عورتوں کی آج کل کی قربانیاں اور محیر العقول کارنامے یہ سب زیادہ تر سلطان عبدالحمید ہی کی جدوجہد اور کاوشات اور اُن کے نصب کئے ہوئے سنگِ بنیاد کی رہینِ منت ہیں ۔

عہد حمیدی کے بعد سے جنگِ عظیم تک کے حالات و کارنامے

یہ بتلایا جا چکا ہے کہ عورتوں کے خصوصی طبقہ میں سلطان عبدالحمید خاں کے زمانہ ہی سے ترقی اور جذبۂ عمل کا عام جذبہ پیدا ہونا شروع ہو گیا تھا ، زمانہ جوں جوں بڑھتا گیا ، عورتوں کو اور زیادہ تہذیب و تمدّن حاصل کرنے کا موقعہ ملا ۔ خصوصی طبقہ اور امراء و رؤسا کی عورتوں کے علاوہ آہستہ آہستہ غرباء اور عوام عورتوں میں بھی تعلیم و تربیت ، تہذیب و تمدّن ، قربانی اور ایثار کے جذبات موجیں مارنے لگے ۔ اس وقت قوم و ملک و ملت کی بہت ہی ناگفتہ بہ اور ناقابل بیان تھی ۔ غیروں کا تسلط ہوتا جاتا تھا ۔ اُن کی قومی غیرت اور وقار اغیار کے ہاتھوں تباہ اور برباد ہو رہا تھا ۔ ملک کے اندر غیر ملکی افراد شورش پھیلا رہے تھے جن کا واحد مقصد اور منتہا بس یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح ترک کے قومی اتحاد کا شیرازہ بکھر جائے اور انہیں دست اندازی کا بہترین موقعہ ہاتھ

گئے ۔ ان کا صرف یہ منشا ہی نہ تھا بلکہ ایک حد تک وہ اپنے
مقاصد اور اغراض میں کامیاب بھی تھے ۔ چنانچہ ملک کے اندر
اس زمانہ میں سیاسی حیثیت سے کئی جماعتیں اور مختلف پارٹیاں
ہوگئی تھیں ، جن کا ہر فرد اپنی مخالف جماعت کے ہر فرد کو نگل جانے
اور سر کچلنے کے لئے ہمہ وقت تیار تھا ۔ جس کا ظاہری نتیجہ یہ
تھا کہ قوم کے اندر سے قومی خدمت کا جذبہ اٹھتا چلا جا رہا تھا اور
نفسانیت و خود غرضی کی زہریلی و با سرعت کے ساتھ اُن کے
دلوں میں گھستی جا رہی تھی ، ہر طرف ہنگامے برپا تھے ، شورشیں عام
تھیں ، ملک کے اس طرف سے اُس طرف تک بس جھگڑے اور فساد
ہی فساد نظر آ رہے تھے اور قریب تھا کہ ترکی قوم آپس میں کٹ
مر کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دُنیا سے فنا و برباد ہو جائے ، کہ قدرت
کی غیرت کو یکایک جنبش ہوئی اور اس نے قوم کے اندر احساس اور
صحیح جذبہ عمل کی توفیق بخشی پھر کیا تھا ۔ مردوں کی حالت کو قطع
نظر کیجیے ، عورتوں نے اپنی قوم کی فلاح و بہبود کے لئے عملی سرگرمیاں
اور سر فروشیاں کرنا شروع کر دیں اور چند ہی دنوں کے اندر
اندر ہر عورت کے دل و دماغ میں یہ بات اچھی طرح سما گئی کہ اب
وہ دن کے ہر لحظہ اور رات کے ہر لحظہ میں قوم و ملک کے مفاد کی

خاطر اپنا قیمتی سرفدا کرنے کے لئے عملاً مستعد اور تیار ہے، وہ قوم و ملک کو ہرگز ہرگز ذلت اور خواری کی حالت میں نہیں دیکھ سکتی ہے بلکہ وہ ملک کے ہر ہر فرد اور قوم کے ہر ہر شخص کو سربلند اور با عزت دیکھنا چاہتی ہے۔ یہی جذبہ اور یہی احساس تھا کہ ملک کے اندر ایک عجیب قسم کی فضا پیدا ہو گئی اور اس سرے سے اس سرے تک برق کی کہربائی لہر تیزی سے دوڑ گئی، بچہ بچہ قومی خدمات انجام دینے کے لئے تیار ہے۔ اور ہر وقت جانی قربانی کے لئے مستعد اور مالی قربانی کے لئے چشم براہ نظر آرہا ہے۔ عورتیں اور بڑے بڑے گھرانوں کی عورتیں مکانوں کی آرام دہ اور فرحت بخش حدود سے نکل کر قومی خدمات کی انجام دہی میں ہمہ تن مشغول اور مصروف عمل ہیں، نہ راتوں کو نیند ہے، نہ دن کے مشاغل بس قوم کا ایک سودا سر پر سوار ہے جو کسی طور پر انہیں آرام لینے نہیں دیتا۔ آرزو ہے تو بس اتنی کہ قوم کو ترقی ہو اور ہوس ہے تو یہ کہ ملک کو غیروں کے ہاتھ سے نجات ملے، اور دائمی آزادی حاصل ہو۔

جنگِ عظیم اور ترکی خواتین

غرض قوم اور ملک کے اندر یہ سپرٹ پوری قوت اور انتہائی شباب کے ساتھ کارفرما تھی کہ جنگ عظیم کا ہیبت ناک بگل بجنا شروع

ہو گیا ۔ جنگِ عظیم کی خبر کا پھیلنا تھا کہ چار دانگ عالم پر ایک عجیب سنسنی سی پیدا ہو گئی ، عاقبت کو بے خبر کرنے اور قسمت آزمائی کے لئے ہر قوم اور ملک کے لوگ اپنی اپنی بساط کے مطابق تیاریاں شروع کرنے لگے ۔ اور چند ہی روز کے اندر دنیا کا پُر امن و سکون مطلع جنگ کی وجہ سے خوفناک اور بھیانک نظر آنے لگا ، ترک اگرچہ ملکی اختلافات اور خانہ جنگیوں سے نجات پا گئے تھے ، اور ایک گونہ بلکہ پہلے کی نسبت بہت زیادہ متفق ہو گئے تھے مگر تاہم ان کے اندر ابھی اس قدر طاقت نہ تھی کہ دنیا بھر سے لڑ سکیں اور نہ اتنی قوت تھی کہ عالم کی تمام قوموں کو شکست دے سکیں ، ہاں اُن کو اپنی آبائی عظمت اور اجدادی بہادری پر ضرور بھروسہ تھا جس کی وجہ سے وہ آمادہ بہ پیکار ہو گئے ۔ اس جنگ میں مردوں نے جو حصہ لیا تھا اور جیسے جیسے کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے ، وہ ویسے ہی تھے ۔ عورتوں نے بھی کافی حصہ لیا اور بڑے بڑے عملی اقدامات اور بہادرانہ خدمات انجام دیئے ۔

اس جنگ میں عورتیں مردوں کے برابر دوش بدوش کھڑے ہو کر میدان کارزار میں لڑتی بھی تھیں اور دشمنوں کی توپوں اور بندوقوں کا نشانہ بھی بنتی تھیں ۔ وہ دن میں میدان جنگ میں ایک بہادر سپاہی تھیں اور رات میں اپنے مردوں کے لئے تابعدار اور خدمت

بیوی بھی اس کے علاوہ وہ دیگر کام بھی انجام دیا کرتی تھیں جن میں
سے بعض یہاں ذکر کئے جاتے ہیں ۔

(۱) زخمیوں کی مرہم پٹی اور ان کی تیمارداری کرنا ۔

(۲) غازیوں کے لئے کھانا تیار کرنا اور ہر طرح کی آرام و آسائش
مہیا کرنا ۔

(۳) رسد کو لانا اور غازیوں کے قیام گاہ تک پہنچانا ۔

(۴) ہتھیار مہیا کرنا اور ٹوٹے ہوئے ہتھیاروں کی مرمت کرنا
وغیرہ وغیرہ ۔

الغرض ہر ممکن طریقے سے وہ جنگ کی خدمات و فرائض انجام دیتی
تھیں اور جانی و مالی حیثیت سے وہ قوم و ملک کو بچانے کے لئے سر
گرم اور فداکار رہیں ۔

ترکی عورتیں جنگ عظیم کے بعد سے

غرض اسی انہماک اور مصروفیت
اور ایسے فداکارانہ اور
جان نثارانہ خدمات پر جنگ کا خاتمہ ہوا اور ایک طویل عرصہ کے
بعد عورتوں کو کچھ اطمینان اور سکون حاصل ہوا بھی تو ان کو اپنے اندرونی
امراض و جراثیم کو دفع کرنے کی فکر دامنگیر ہوئی ۔ جنگ سے فراغت کے
بعد وہاں کی ہر عورت نے تقریباً یہ عہد کر لیا کہ اب ہمیں اپنے ملک

کو اور وسیع کرنا چاہیے بغیر اس کے کوئی چارہ کار نہیں، اور اندرونی
و بیرونی مخالف قوتوں، طاقتوں کو فنا و برباد کرنے کا مصمم عہد و
پیمان کر لیا، اس مقصد کی تکمیل کے لئے اور اسے عملی جامہ پہنانے
کے لئے انھوں نے ایک بہت بڑی انجمن کا افتتاح کیا تاکہ متفقہ طور
پر ہر عورت کو ترقی اور اصلاح و فلاح کی راہوں کو سوچنے اور فکر کرنے
کا موقع حاصل ہو اور وہاں سے جو فیصلہ صادر ہو وہ کل عالم نسواں کے
لئے لائق عمل اور وجہ تقلید بن سکے۔ اس انجمن میں بڑی بڑی قابلہ
اور لائقہ ممبر تھیں جن کا تعلق قوم کے اعلیٰ اعلیٰ افراد و اشخاص سے تھا
واقعتاً اس انجمن نے عورتوں کی ترقی اور ان کو عروج و کمال کی انتہائی
منزلوں تک پہنچانے میں بہت مدد و معین ثابت ہوئی۔ چنانچہ اس
کے زیر اثر و تربیت بہت سی عورتوں نے وہ عہدے حاصل کئے اور
حکومت کے اُن ان مناصب پر سرفراز ہوئیں کہ جو اس سے قبل عورت
کے لئے دشوار اور مشکل ہی نہیں تھا بلکہ حالات اور تقریباً بالکل ناممکنات سے
تھا، مثال کے طور پر آنہ خانم کو پیش کیا جا سکتا ہے کہ آپ حکومت
کے ایک اعلیٰ ترین عہدے پر جلوہ افروز ہوئیں۔ جسے ترکی زبان میں
پور باشی کہا جاتا ہے یہ ایک ایسا عہدہ اور جلیل القدر مرتبہ تھا کہ
بہت سے مردوں اور قابل ترین افراد کو بھی نہیں نصیب ہوتا تھا۔

جنگ آرمینہ اور ترکی عورتیں

اوپر کے واقعات سے آپ کو معلوم ہو گیا ہے کہ ایک قلیل عرصہ میں عورتوں نے اپنی حالت کیسی درست کر لی تھی اور اپنے پوزیشن کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا تھا، اب وہ ہر طرح کی قربانی پیش کرنے کے لئے تیار اور قوم و ملک کے خاطر وہ ہر ممکن شے کو فدا اور نثار کرنے کے لئے ہمہ تن مستعد تھیں، ان کے عملی اور علمی کارنامے دُور دُور تک شرف قبول حاصل کر رہے تھے۔ ان کی اعلیٰ قابلیت اور بلند ترین لیاقت کی نہ صرف دوست اور موافق حضرات خراج تحسین دے رہے تھے بلکہ اغیار اور پرلے درجہ کے دشمن بھی ان کے کارناموں اور سچے جذبات کی مدح و ثنا میں رطب اللسان تھے اسی زمانہ میں جب کہ ان کے اوصاف اور خصائل قربانیوں اور بیش قیمت ایثار کا ڈنکا بج رہا تھا، آرمینہ کی جنگ کے شعلے بلند ہوئے اور قریب تھا کہ خرمن ترک کو جھلسا اور خاک سیاہ کر ڈالیں۔

مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شرکت جنگ کے لئے آمادہ ہو گئیں وہاں عورتوں نے جو جو کام انجام دئے اور جن دلیرانہ اور بہادرانہ جذبۂ عمل سے کام لیا اس کا اندازہ ترکی کے بلند مرتبہ قائد اور جنرل غازی رؤف بے کی تحریر سے کیا جا سکتا ہے، آپ جنگ آرمینہ

کے حالات قلمبند فرماتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ:۔

"اس جنگ میں سب سے زیادہ جو چیز حیرت انگیز اور تعجب خیز تھی وہ عورتوں کا نہایت بے جگری اور دلسوزی کے ساتھ جنگ میں حصہ لینا تھا۔ اس جنگ میں عورتوں نے بڑے بڑے کام انجام دئیے اور بہادری سے لڑیں۔ یہاں تک کہ صرف دو سوار مٹی ایک دن میں عورتوں کے ہاتھ قتل ہوئے۔ علاوہ بریں انھوں نے انتہائی خطرناک مواقع پر جہاں کہ بڑے بڑے مردوں کے بھی پائے ثبات میں لغزش ہو جانے کا امکان تھا گھنٹوں اسلحہ اور رسد کی فراہمی کی خدمت انجام دیتی رہیں"۔

الغرض جنگ کے بعد بلکہ جنگ عظیم ہی سے ترکی عورتوں نے زنانہ حیثیت سے قدم بڑھانا شروع کر دیا تھا اور برابر بڑھاتی گئیں یہاں تک کہ جمہوریت کا زمانہ آگیا۔

ترکی جمہوریت اور عورتیں

جمہوریت کی سپرٹ اگرچہ ترکی قوم کے افراد میں ایک مدت سے کارفرما تھی مگر اسے عملی حیثیت اور تنظیمی طور پر اب تک قیام کا موقعہ نہ مل سکا تھا۔ جنگ عظیم کے بعد سے رفتہ رفتہ یہ سپرٹ زور پکڑتی گئی اور کچھ ہی مدت کے بعد اپنی پوری قوت اور انتہائی شان و شوکت کے

ر منصہ شہود پر جلوہ گر ہوگئی ۔

جمہوریت کے قیام کے پہلے ترکی عورتوں نے اچھی خاصی ترقی کر
ور قوم و ملک کیواسطے بڑی بڑی قربانیاں پیش کرچکی تھیں، مگر تاہم
ے اندر اعلیٰ تعلیم کی کمی تھی اور جو تھی بھی اس میں یہ ایک بہت بڑی
ی تھی کہ اس کے ذریعہ سے ترکی کی عوام عورتیں عام طور پر فائدہ
ں اٹھا سکتی تھیں، اس کے علاوہ بھی ان کے اندر اور بہت سی
یاں تھیں جن کا دور کرنا ازبس ضروری اور لازمی تھا ۔ جمہوریت
قیام کے ساتھ ہی یہ سب خامیاں دور ہوگئیں ۔ صدر جمہوریہ
مصطفےٰ کمال نے عورتوں اور بچوں کی تعلیم و تربیت کی خاطر بڑے
ے اسکول اور اعلیٰ سے اعلیٰ معیار کے کالج اور یونیورسٹیاں کھولیں
ں علاوہ اور علوم و فنون کے عورتوں کو طب، سائنس اور فلسفہ
یرہ کی بہترین تعلیم دی جاتی ہے ۔ اور ایسا کورس داخل کردیا جس
ذریعہ سے ان کی بہترین تربیت اور عمدہ استعداد پیدا ہو کہ جس کے ذریعہ
ے وہ قوم و ملک کی سچی خادمہ اور حقیقی رہنما بن سکیں ۔ بعض بعض جگہ
ی اسکول بھی کھولے گئے ۔ کالج بھی بہت کافی تعداد میں کھلوائے
ں جنگی معاملات اور اصول حرب کی تعلیم دی جاتی ہے ۔ اسمیں عورتوں
حصّہ لیا ۔ اور بہت اچھی طرح سے حصّہ لیا اور لے رہی ہیں جس کی وجہ

سے ان میں تعلیم عام ہو گئی ہے اور اب عوام کے طبقہ سے بھی عمدہ فاضلہ اور بہترین سے بہترین عالمہ نکلنے لگیں۔ جنگی اسکولوں اور کالجوں میں بھی بہت کافی تعداد میں عورتیں داخل ہوئیں اور انتہائی دلچسپی و دلجمعی سے ان علوم اور فنون کو عملی طور پر حاصل کیا اور کر رہی ہیں۔ جس کا ظاہری نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت ان کو اپنے یہاں کے جلیل القدر عہدے اور مناصب دینے پر بالکل مجبور ہو گئی، اور اپنا بہت کچھ بار ان کے ناتوان کاندھوں پر ڈال دیا اور واقعہ بھی یہی ہے کہ وہ وہاں آج کچھ خاصہ حکومت کا بوجھ اور بار اُٹھائے ہوئے ہیں۔

عہدۂ قضاء اور ترکی عورتیں عہدۂ قضاء کی اہمیت اور عظمت سے کون نہیں واقف ہے۔ مگر انہوں نے اپنی استعداد اور لیاقت سے اس کو بھی حاصل کر لیا۔ اور آج بہت ایسے صوبے ہیں جہاں کی مسند قضاء پر عورتیں بھی جلوہ افروز ہیں۔ اسطرح حکومت کے اور بہت سے ذمہ دار عہدے ہیں کہ جن پر عورتوں ہی کا طبقہ حاوی اور قابض ہے، عورتیں صرف ان عہدوں پر قابض ہی قابض نہیں ہیں بلکہ ایسی عمدگی اور بے مثال صلاحیت کے ساتھ اپنے مفوضہ فرائض اور واجبات کو انجام دے رہی ہیں کہ بڑے بڑے لائق اور فائق مرد بھی عش عش کر رہے ہیں۔ ان کی عدالت کے . . . فیصلے قابل عظمت اور

ان کے مشورے وجہ صد ہزار آفرین ہوئے ہیں۔ اب یہ بڑے بڑے عہدے اور عظیم المرتبت مقامات صرف خواص ہی کے لئے مخصوص نہیں رہے ہیں بلکہ عوام بھی مساوی اور برابر طور سے اس کے حقدار ہیں۔ بس قابلیت اور لیاقت شرط ہے اور بس۔

فوج کی قیادت

اس میں شک نہیں کہ عورتوں کے اندر ایثار اور قربانی کا جذبہ ایک مدت مدید سے کام کر رہا تھا جس کا عملی مظاہرہ نہایت ہی شاندار طریقہ سے کئی جگہ پیش کیا اور نہ صرف پیش کیا بلکہ اپنی شجاعت کا سکہ دشمن اور دوست سب کے دلوں میں بٹھا دیا اور اس وقت تک کوئی عورت کسی فوج کی رہنما اور قائد نہیں ہوئی تھی۔ اب انہوں نے اپنی بے پناہ شجاعت اور انتہائی استعداد سے اس کو بھی حاصل کر لیا ہے۔ چنانچہ اب "ترکی فوج" میں بعض عورتیں بطور قائد کے داخل ہونا شروع ہو گئیں ہیں۔ اگرچہ اب تک اس عہدے کی تحصیل میں وہ اچھی طرح سے کامیاب نہیں ہیں مگر مستقبل قریب میں امید ہے کہ جلد از جلد اپنی تعداد بڑھانے اور اس عہدے کو حاصل کرنے میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کر لیں گی۔

ان کے یہ حوصلے روز بروز بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں اور ان کی آرزوؤں میں روز افزوں ترقی اور اضافہ ہوتا جاتا ہے یہاں

تک کہ بعض عورتوں نے مل کر صدر جمہوریہ سے سوال کیا تھا کہ ا
حکومت کے بہت سے عہدے تو دے دئیے گئے ہیں مگر
وزارت کا عہدہ کیوں نہیں دیا؟ جس پر انہوں نے امید دلاتے
یہ فرمایا کہ اگر آپ لوگوں کے یہی حوصلے ہیں تو عنقریب ا
کو سپرد کر دیا جائے گا۔ اور جہاں مردوں کو ابھی خاصی تعد
جلیل القدر عہدے اور عظیم المرتبت منصب کے بوجھ با
میں شریک کار ہے۔ آپ لوگوں کے بھی قابل افراد اور اہل
اشخاص کو شرکت کی اجازت مل جائے گی"۔

طبع اول

قیمت دو روپے آٹھ آنے

طابع : سویرا آرٹ پریس لاہور

ناشر :- ایم ثناء اللہ خاں ۔ بک سیلر پبلشر

۲۶- ریلوے روڈ لاہور